اردو نعت میں تلمیحات

(اکیسویں صدی کے تناظر میں)

خورشید ربّانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُردو نعت میں تلمیحات

(اکیسویں صدی کے تناظر میں)

خورشید ربّانی

نعت ریسرچ سینٹر

ہمارا نصب العین ! نعتیہ ادب کا فروغ

کتاب : اُردو نعت میں تلمیحات

مصنف : خورشید ربّانی

کتابت : انیس الحسن

مطبع : مہر گرافکس اینڈ پبلشرز

اشاعت : 2024ء

تعداد : 500

صفحات : 160

قیمت : 500

شائع کردہ نعت ریسرچ سینٹر

B-306، بلاک 14، گلستانِ جوہر، کراچی ۔

انتساب

حضرت سیدنا ابوطالبؓ کے نام

فہرست ابواب

پیش لفظ

نعت ،اردو کی ایک شعری صنف ہے جو مدحِ رسول کریمؐ کے لیے مختص ہے۔اس کا آغاز سرکار دو عالمؐ کی ولادت بہ سعادت کے ساتھ ہی ہوا جب حضور اکرمؐ کے دادا نے انھیں ہاتھوں میں اٹھایا اوران کے مولود شریف کی خوشی میں اشعار کہتے ہوئے انھیں خانہ کعبہ لے گئے، یہ اشعار کتبِ تاریخ میں محفوظ ہیں۔اسی طرح حضور نبی کریمؐ کی والدہ ماجدہ نے بھی مولودِ مبارک پر اشعار کہے۔یہ نعت کے ابتدائی نمونے تھے۔ورقہ بن نوفل نے بھی قصیدہ لکھا جو نعتیہ ادب میں نقشِ اولین کے طور پر یاد کیا جاتا ہے یعنی پہلا قصیدہ سمجھا جاتا ہے تاہم نعت نگار کے طور پہلے باقاعدہ شاعر کے لیے حضور اکرمؐ کے چچا ابو طالبؓ کا نام لیا جاتا ہے۔

نعت کا باقاعدہ آغاز اُس وقت ہوتا ہے جب کفارِ مکہ آنحضورؐ کی گستاخی پر اتر تے ہیں اور عرب شعرا ہجوگوئی کرتے ہیں تو نبی مکرمؐ اپنے اصحاب کو ان کا جواب دینے کا کہتے ہیں اور اصحابِ رسولؐ میں سے حضرت حسان بن ثابتؓ پُر جوش ہو کر اقرار کرتے ہیں کہ کفار کو منہ توڑ جواب دیا جائے گا۔اس طرح اس وقت سے حضور اکرمؐ کی مدح نگاری کا آغاز ہوا جو آج بھی بھر پور طریقے سے جاری ہے۔حضرت حسان بن ثابتؓ کو یہ اعزاز بھی ملا کہ حضورؐ انھیں خود منبر پر بلاتے اور نعت سنانے کی فرمائش کرتے۔نعت نگاری پہلے عربی میں ہوئی اور پھر یہ سلسلہ فارسی سے ہوتا ہوا اردو ادب تک پہنچتا ہے۔فارسی میں بھی قریباً تمام بڑے شعرا نے نعت لکھی جن میں رودکی ،انوری ،فردوسی ،حکیم سنائی ،خاقانی ،رومی ،سعدی ،جامی اور دیگر شامل ہیں۔اردو میں نعت کا سلسلہ تو اردو شاعری کے آغاز کے ساتھ شروع ہو گیا تھا۔

سب سے پہلی اردو نعت ملا داؤد کی مثنوی چندائن میں ملتی ہے جو اردو کی پہلی تخلیق بھی ہے۔اس کی دریافت چند سال پہلے ہوئی ہے جس کے بعد مثنوی ''کدم راؤ پدم راؤ'' کے پاس اولیت کے اعزاز نہیں رہا۔اردو میں نعتیہ روایت کی بنیاد کرامت علی شہیدی ،کافی مراد آبادی ،غلام امام شہید اور لطف علی بریلوی کے دور میں رکھی گئی اور اس کو عروج تک پہنچانے کا اعزاز محسن کاکوروی اور امیر مینائی کو حاصل ہوا۔محسن کاکوروی کے ساتھ نعتیہ ادب کو پروان چڑھانے میں امیر مینائی ،داغ ،احمد رضا خان بریلوی ،حالی ،حسرت موہانی ،مولانا ظفر علی خان ،اکبر میرٹھی ،شبلی ،حالی ،حسن رضا بریلوی ،اکبر دانا پوری ،منیر

شکوہ آبادی، دلو رام کوثری، عزیز لکھنوی، نظم طباطبائی، حفیظ جالندھری، بہزاد لکھنوی، اصغر گونڈوی، اقبال، بیدم شاہ وارثی، اقبال سہیل، عزیز لکھنوی اور دیگر کئی نعت نگاروں کے نام قابل ذکر ہیں۔ امیر مینائی کی نعت زبان و بیان کی خوب صورتی کے ساتھ محبت و شیفتگی کی عکاس ہے۔ محسن کاکوروی کا کلام اظہارِ عقیدت و مودت اور بیانِ سیرت رسولؐ کے ساتھ فنی کمالات کا بھی اعلیٰ نمونہ ہے۔ اُن کے کلام میں نعتیہ مثنویوں کے ساتھ قصائد بھی شامل ہیں۔ محسن کاکوروی کا قصیدہ لامیہ اتنا معروف ہوا کہ ان کے تتبع میں کئی نعت نگاروں نے قصیدے لکھے۔ یہ قصیدہ تخلیقی حسن اور تازگی کی شاندار مثال ہے۔

محسن کاکوروی نے نعت میں جو ہندی تلمیحات اور لفظیات استعمال کیں، انھیں قدر کی نگاہ سے بھی دیکھا گیا اور ان پر تنقید بھی ہوئی کہ انھوں نے ہندی اصطلاحات و اشارات کو پروان چڑھایا ہے، اس تنقید کے باعث اردو نعت میں ہندی تلمیحات کا استعمال کم ہوگیا۔ ان کے بعد مولانا احمد رضا خان کا نام اردو نعت گوئی کے حوالے سے اہمیت رکھتا ہے۔ ان کا کلام اس قدر مقبول ہے کہ کوئی کوچہ، کوئی بستی ایسی نہیں جو ان کے کلام کی گونج سے منور نہ ہو۔ ان کا سلام ''مصطفیؐ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' بہت مقبول ہے۔ ان کے ہاں قرآن و حدیث سے ماخوذ تلمیحات کا استعمال زیادہ نظر آتا ہے۔

اردو نعت کی روایت میں الطاف حسین حالی کی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔ انھوں نے جس طرح غزل کی روش بدلنے کی کوشش کی اسی طرح نعت کے میدان میں بھی جدت اور تازگی کی کوشش کی۔ ان کی مسدس ''مدوجزرِ اسلام'' بہت مقبول ہوئی۔ اس میں نعت کے جو شعر ہیں وہ ضرب المثل بن چکے ہیں۔ علامہ اقبال نے باقاعدہ نعت نہیں لکھی مگر اپنی نظموں میں گاہے گاہے ایسے اشعار کہے ہیں جو جدید نعت کا روشن باب ہیں۔ اقبال کے ان اشعار نے جہاں پوری اردو شاعری کی روایت میں انقلاب پیدا کیا وہیں نعت کے میدان میں بھی نئی منزلوں کی نشاندہی کی۔ اقبال کے بعد کا منظر نامہ قیام پاکستان کے بعد تشکیل پاتا ہے۔ اس وقت جو اہم شعرا موجود تھے انھوں نے نعت نگاری کو فروغ دیا۔ ان شعرا میں حفیظ جالندھری، بہزاد لکھنوی، اقبال سہیل، ذکی کیفی، محشر رسول نگری سمیت درجنوں شعرا کی کاوشیں سامنے آئیں جو اردو نعت کے فروغ میں معاون ثابت ہوئیں۔

نعت گوئی کا یہ سلسلہ آگے بڑھتا ہوا جب موجودہ عہد تک پہنچتا ہے تو نعت نگاروں کی ایک کہکشاں نظر آتی ہے جو تازگی اور مضامین نو کے ساتھ سرکارِ دو عالمؐ کی مدح، عقیدت و مودت کے اظہار، حضور نبی کریم کی سیرت و کردار اور تعلیمات و معاملات تک کو محیط ہے۔ ان شعرا میں عبدالعزیز خالد، عاصی کرنالی، حافظ لدھیانوی، حفیظ تائب، مظفر وارثی، راسخ عرفانی، احمد ندیم قاسمی، تابش دہلوی، محشر بدایونی،

حنیف اسعدی، عبدالکریم ثمر، ہلال جعفری، قمر ہاشمی، اعجاز نعمانی، راجا رشید محمود، سید نصیر الدین نصیر، ماجد خلیل ، ریاض مجید، خورشید رضوی، مسرور کیفی اور دیگر کئی شعرا نے نعت گوئی کے باب میں روایت کو فروغ دیا اور نعت کے موضوعات میں تنوع بھی پیدا کیا۔

اکیسویں صدی کی پہلی دو دہائیوں میں سینکڑوں مجموعہ ہائے نعت شائع ہوئے ہیں اور تنقید نعت کے حوالے سے بھی کئی کتب اشاعت پذیر ہوئی ہیں، درجنوں کتب ایسی ہیں جو صرف تذکروں کی حامل ہیں۔نئی نعت موضوعات اور مضامین نِو کا ایک سیل ِبے پناہ ہے جس میں الفاظ و معانی، نئے رنگ، نئے ڈھنگ، علامت، تراکیب، تشبیہات، استعارے، تلازمے اور فکر و خیال کی نئی جہتیں نکھر نکھر کر جدید تر نعت کا حصہ بنتی چلی جا رہی ہیں۔

اردو نعت میں شعری محاسن، خاص طور پر صنائع بدائع کا جائزہ لیں تو حیرت ہوتی ہے کہ صرف صنعتِ تلمیح کے بیان کے لیے دفتر چاہییں۔وہ اس لیے کہ اردو نعت کے دامن میں قرآن اور حدیث سے ماخوذ تلمیحات ہی سیکڑوں کی تعداد میں ہیں۔اس پر مستزاد تاریخی تلمیحات ہیں جن کا شمار ممکن نہیں کہ اسلامی تاریخ چودہ سو سال سے زائد عرصہ پر محیط ہے اور اس طویل عرصہ کے مشہور واقعات کو تلمیح بنا کر پیش کرنے کا سلسلہ بھی قدیم ہے۔تلمیحات کے ضمن میں اگر اردو نعت کے گزشتہ بیس، بائیس سالوں کا جائزہ لیں تو پتا چلتا ہے کہ تلمیحات کا ایک خزانہ موجود ہے جس کے بیان کے لیے کئی مقالے لکھے جا سکتے ہیں۔

حضور نبی کریمؐ کی حیاتِ پاک سے متعلق تلمیحات تو نعت کا لازمی جز ہیں کہ یہ صنف تو خاص ہی مدح رسول اکرمؐ کے لیے ہے۔حضور کریمؐ کی سیرت و کردار، احوال و اقوال، تعلیمات اور غزوات کا بیان تو معمول ہے لیکن حضور کریمؐ سے عقیدت و محبت کا بیان بھی نعت کا خاصہ ہے اور شفاعت طلبی بھی۔اکیسویں صدی کی پہلی دو دہائیوں کی نعت میں حضور اکرمؐ کے معجزات، واقعہ معراج، واقعہ شق القمر، غارِ حرا کا ذکر، حضورؐ کے صفاتی نام، حضورؐ کا خاتم النبیین اور رحمت العالمین ہونا، ساقی کوثر ہونا، مدینہ، طائف، طیبہ اور مکہ کا ذکر، گنبدِ خضریٰ، نعت، ایمان، احسان، جیسی اصطلاحات، تاریخی تلمیحات میں غزوات، اہلِ بیت ، خلفائے راشدین کا تذکرہ کثرت سے کیا گیا ہے۔عالمی تاریخ سے ماخوذ تلمیحات خاص طور پر قیصر و کسریٰ، دارا و جمشید، خسرو پرویز، حاتم طائی کا تذکرہ عام ہے اور تصوف کی دنیا کی اصطلاحات اور معروف شخصیات کا ذکر بھی تلمیحی انداز میں نظر آتا ہے۔علاوہ ازیں ہندی اور اساطیری تلمیحات بھی استعمال کی جاتی ہیں۔

اردو نعت پر تحقیق و تنقید کے ضمن میں کئی پہلوؤں پر کام ہو چکا ہے اور متعدد گوشے ابھی محققین

وناقدین کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ یہ کتاب اردو نعت میں تلمیحات کے حوالے سے ہے جس میں اکیسویں صدی کی نعت کو موضوع بنایا ہے۔اس کتاب کو چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے باب میں تلمیح کے مباحث ہیں۔دوسرا باب اردو نعت میں دینی تلمیحات پر مشتمل ہے جس میں قرآن اور حدیث سے ماخوذ تلمیحات کا جائزہ لیا گیا ہے۔تیسرے باب میں تاریخی تلمیحات کا جائزہ ہے اور چوتھے باب میں اساطیری ،ہندی اور جغرافیائی تلمیحات کو موضوع بنایا گیا ہے۔

تلمیحات ہماری شعری روایت میں وسیع ثقافتی ،معاشرتی ،تہذیبی اور سیاسی تناظرات رکھتی ہیں اور ان کا استعمال پابندِ زمان و مکاں نہیں لیکن سندی تحقیق چونکہ مخصوص دورانیے کی پابند ہوتی ہے لہذا مطالعے کے لیے یہ زمانی تحدید ناگزیر تھی۔اس کتاب میں اکیسویں صدی کی اردو نعت میں تلمیحات کا براہ راست جائزہ لیا گیا ہے۔اگر وسیع حدود میں ان تلمیحی تلازمات کا گزشتہ شعری روایت سے تقابل اور موازنہ کیا جائے تو ایک مبسوط تحقیقی وتنقیدی دستاویز مرتب ہو سکتی ہے۔

بنیادی طور پر یہ موضوع میرے ایم فل سطح کے مقالے کا تھا جسے ترمیم و اضافہ کے ساتھ کتابی صورت دی ہے۔اس موضوع پر کام کی ترغیب تو استاد گرامی ڈاکٹر مزمل حسین کی تھی کہ انھوں نے اردو نعت میں اسلامی تلمیحات پر کام کرنے کا مشورہ دیا تھا۔بعدازاں دوسرے اساتذہ اور چند مخلص دوستوں کی تجویز پر مذکورہ بالا موضوع پر اتفاق کیا گیا اور پھر میں نے اپنی سی کوشش کی کہ موضوع سے انصاف کرسکوں۔میں نے اس مقالہ کی تیاری میں درجنوں نعتیہ مجموعہ ہائے کلام کے ساتھ متعدد ثانوی مآخذات سے مدد لی ہے۔مجھے یہ اعتراف ہے کہ میں گزشتہ چوبیس سالوں میں شائع ہونے والے تمام مجموعہ ہائے نعت نہیں دیکھ پایا تاہم جتنے مجموعے دیکھ سکا ہوں، وہ موضوع کا احاطہ کرنے میں معاون ہو سکتے ہیں۔مقالہ لکھتے ہوئے ایک اہتمام میں نے یہ کیا کہ اس عرصہ میں شائع شدہ مجموعوں کے ساتھ بعض رسائل اور نعتیہ انتخاب، جو مذکورہ بالا عرصہ کی نمائندگی کرتے تھے، ان سے بھی مدد لی ہے۔اس مقالہ میں درج زیادہ تر اشعار غزل کی ہیئت میں لکھی گئی نعت کے ہیں تو اس کا سبب یہ ہے کہ اس عرصہ میں لکھی گئی ننانوے فیصد نعت غزل ہی کی ہیئت میں ہے۔

آخر میں، اس کام میں تعاون اور حوصلہ افزائی کرنے والے احباب خاص طور پر نگران مقالہ بہت محترم شخصیت ڈاکٹر حمید الفت ملغانی اور نامور نعت نگار سید صبیح رحمانی کا از حد ممنون ہوں کہ ان محترم دوستوں نے حوصلہ افزائی کے ساتھ تحقیقی کام میں نہ صرف سہولت پیدا کی بل کہ اس مقالے کو کتابی صورت میں شائع کرنے کے محرک بھی بنے اور معاون بھی۔استاد محترم ڈاکٹر افتخار بیگ، ڈاکٹر مزمل حسین، ڈاکٹر

شہاب صفدر، نوید صادق اور برادرم محمد علی کاظمی کا بھی شکر گزار ہوں کہ ان کا تعاون اور رہنمائی بھی مجھے حاصل رہی۔ جناب شاعر علی شاعر صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے درجنوں کتبِ نعت تحفتاً دیں اور ایک سو کے قریب کتب خصوصی رعایتی قیمت پر فراہم کیں۔ مُمتحنِ مقالہ کا بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے میری کاوش کو سراہا اور حوصلہ افزائی کی۔

خورشید ربانی

تلمیح : تعارف ومباحث

تلمیح ،ایک ادبی صنعت ہے جس کے ذریعے کسی تاریخی واقعہ،کسی شخصیت یا کسی اصطلاح کی طرف اشارہ کیا جائے۔تلمیح علم بدیع کی شاخ ہے،اس لیے ضروری ہے کہ تلمیح کے مباحث سے پہلے،علم بیان و بدیع کا مختصراً جائزہ لیا جائے ۔بیان و بدیع فن بلاغت کے اجزا ہیں ،جن کے ذریعے کلام میں لطف اور تاثیر پیدا کی جاتی ہے۔فن شعر کی اس خوبی کے لیے ادب میں دو اصطلاحیں وضع کی گئی ہیں جنھیں فصاحت اور بلاغت کے نام سے جانا جاتا ہے۔فصاحت کا تعلق الفاظ سے ہے جبکہ بلاغت کا معنوی خوبیوں سے۔فصاحت سے مراد کلام میں روز مرہ اور قواعدِ لغت وصرف ونحو کی پابندی ہے جبکہ یہ کلام تنافر حروف ،غرابت اور نامانوس الفاظ سے پاک بھی ہو۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ حروف یا الفاظ کا حسنِ ترتیب کلام میں فصاحت پیدا کرتا ہے۔الفاظ خود فصیح یا غیر فصیح نہیں ہوتے بل کہ ان کا استعمال انھیں فصیح یا غیر فصیح بناتا ہے۔بلاغت سے مراد کلام کا بامعنی اور مقتضائے حال کے مطابق ہونا ہے۔جو کلام اس خوبی سے مرصع ہو وہ پڑھنے اور سننے والے، دونوں کو یکساں متاثر کرتا ہے۔بقول انیس:

نمک خوانِ تکلم ہے فصاحت میری
ناطقے بند ہیں سُن سُن کے بلاغت میری! [۱]

لغت میں فصاحت کے معنی کا جائزہ لیں تو یہ معنی سامنے آتے ہیں:

المنجد: بیان ،کلام کا تعقید سے خالی ہونا اور یہ کہ متکلم ،کلام،کلمہ تینوں کی صفت واقع ہوتی ہے۔کہا جاتا ہے رَجل فَصیح ،کَلاَ م فَصیح،کلمہ فَصیح"۔ [۲]

جامع الالغات: خوش کلامی، شستگی ،خوش بیانی ،بلاغت ،کلام میں ایسے الفاظ اور محاورات ہونا جو اہلِ زبان فصیح سمجھتے ہوں۔ [۳]

نامور شاعر شاد عظیم آبادی فصاحت سے متعلق لکھتے ہیں:

"الفاظ میں جتنے حروف ہوں اُن کی نسبت دل پسند اور اُن کے آپس میں تنافر نہ ہو اور قواعد صرف سے متجاوز نہ ہو۔الفاظ سب مانوس ہوں،غرابت یعنی بیگانگی نہ پائی جائے"۔ [۴]

فصاحت کی یہ تعریف قابل توضیح ہے۔اس کی توضیح کے لیے ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد کی رائے سے رہنمائی لیتے ہیں،وہ لکھتے ہیں:

"ایسا کلام جو روزمرہ کے مطابق ہو،نامانوس اور غریب لفظوں سے پاک ہو،جس میں لغت اور قواعد کے اصولوں سے انحراف نہ کیا گیا ہو،جس میں ثقالت اور اضافتوں کی بھرمار نہ ہو،جس کے معنی میں تضاد اور تناقص نہ پایا جائے اور بے جا تکرار سے پاک ہو،اسے کلام فصیح کہا جاتا ہے"۔۵

ان آرا سے یہ بات تو واضح ہوگئی کہ فصاحت کلام میں لفظی خوبی اور مناسبت پیدا کرتی ہے اور اس کی تفہیم آسان اور موثر بناتی ہے۔کلام کے فصیح ہونے کی،ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ قاری کے لیے ابلاغ کی سہولت پیدا کرے۔کلام کی دوسری اہم خوبی بلاغت ہے۔اس سے مراد کلام کا حال کے تقاضوں سے مطابقت رکھنا ہے۔نوراللغات میں اس کے معنی ہیں"تیز زبانی،کلام میں مرتبہ کمال کو پہنچنا (مونث) مقتضائے حال کے موافق کلام کرنا،خوش گفتاری،(اصطلاح) وہ علم جس میں اعلیٰ درجہ کی خوش بیانی کے قواعد کی تعلیم ہو"۔۶

بلاغت کے معنی و مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے صاحبِ "بحرالفصاحت"،لکھتے ہیں:

"بلاغت سے کلام متصف ہوتا ہے نہ کہ کلمہ۔کلام بلیغ وہ ہے جو فصیح ہو یعنی عیوب سے خالی ہو،اور مقتضائے حال کے بھی مناسب ہو،مقتضائے حال کے مناسب ہونا ایسا جامع لفظ ہے،جس میں بلاغت کے تمام انواع و اسالیب آجاتے ہیں،مثلاً جہاں تاکید کی ضرورت ہو،وہاں اختصار نہ کیا جائے اور جس جگہ اختصار و ایجاز چاہیے وہاں اطناب وطوالت نہ ہو۔مبتدا اور خبر کہاں مقدم لائے جائیں اور کہاں موخر۔کہاں معرفہ کہاں نکرہ،کہاں مذکورہ ہو،کہاں محذوف۔اسناد کہاں حقیقی ہوں،کہاں مجازی،کہاں انشائیہ اور فقروں میں کہاں وصل ہو،کہاں فصل،غرض کہ کلام مناسب موقع اور مقام کے ہو۔یہاں سے معلوم ہوا فصاحت کو بلاغت ضرور نہیں ہے،بلاغت کو فصاحت ضرور ہوگی"۔۷

فصاحت و بلاغت کی ان تعریفوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فصاحت الفاظ کا حسنِ ترتیب ہے اور بلاغت معنی کا حسنِ ابلاغ۔کلامِ فصیح کے لیے ضروری نہیں کہ وہ بلاغت کا حامل ہو لیکن کلامِ بلیغ کے لیے ضروری ہے کہ وہ فصیح ہو۔یعنی فصاحت،بلاغت کے لیے ناگزیر ہے۔علم بلاغت کی تین اقسام ماہرینِ فن نے بیان کی ہیں جن میں علم معنی،علم بیان اور علم بدیع شامل ہیں۔علم معنی یہ ہے کہ تحریر میں درج الفاظ

لکھنے والے کا مطلب درست طور پر قاری تک منتقل کریں۔ماہرین اس بات کے لیے دلالت وضعی کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں جس کا مقصد معنی ومفہوم کی کامل ترسیل ہے۔جبکہ علم بیان، معنی کی مختلف اور متعدد صورتوں کے سامنے آنے اور ہر معنی کا پہلے معنی سے زیادہ صاف اور واضح ہونے سے بحث کرتا ہے۔اس میں تشبیہ، استعارہ، کنایہ، مجاز مرسل وغیرہ شامل ہیں۔علم بدیع کے ذریعے کلام میں لفظی و معنوی خوبیاں پیدا کی جاتی ہیں۔لفظی خوبیوں کو صنائع اور معنوی خوبیوں کو بدائع کہا جاتا ہے۔موضوعِ بحث، چوں کہ علم بدیع کی ایک شاخ صنعتِ تلمیح ہے، اس لیے علم معنی اور بیان کی بحث سے گریز کرتے ہوئے موضوع کی طرف آگے بڑھتے ہیں۔

علم بدیع:

فصاحت و بلاغت سے متعلق علوم میں علم معانی اور علم بیان کے بعد تیسرا علم بدیع ہے، جس کا بانی عبداللہ بن المتعز عباسی ہے اور اس فن کا نام بھی اسی شخص نے تجویز کیا تھا۔موصوف نے بوقت ایجاد علم بدیع کی سترہ قسمیں بتائی تھیں جس پر ان کے ہم عصر علامہ قدامہ نے تیرہ کا اضافہ کیا۔ان کے بعد ابو بلال عسکری، ابن رشیق شرف الدین تیفاشی اور ابن ابی الا صع نے اس فن میں اضافے کیے اور اس کو عروج پر پہنچا دیا۔[۸]

علم بدیع، عربی ادب سے فارسی اور پھر اردو تک پہنچا ہے۔اردو میں اس حوالے سے پہلا کام انشا اللہ خان انشا نے کیا ہے جن کی کتاب ''دریائے لطافت'' میں علم بیان و بدیع کے مباحث درج ہیں۔ان کے بعد امام بخش صہبائی نے، مولوی شمس الدین فقیر کی فارسی تصنیف ''حدائق البلاغت'' کا اردو ترجمہ کیا جو اس حوالے سے پہلی کتاب ہے۔اس میں علم بیان و بدیع پر تفصیلی گفتگو سامنے آئی۔بعد ازاں ڈاکٹر مزمل حسین نے اس کے متن کی تدوین نو کی۔حکیم نجم الغنی کی ''بحر الفصاحت'' اس علم کے ضمن میں مفصل ترین کتاب ہے۔

بدیع عربی زبان کا لفظ ہے اور جامع اللغات کے مطابق اس کے معنی ''انوکھا، نیا، نادر، عجیب، حیرت انگیز، نرالا، خلق کرنے والا، بتانے والا، خالق، موجد، (مذکر) نو ایجاد شے، اللہ تعالیٰ کا ایک نام، بَدَعَ بنانا، شروع کرنا، بدع، لاثانی ہو[۹] کے ہیں۔یہی معنی دیگر اہم لغات میں درج ہیں۔فن بلاغت کی کتب میں بھی علم بدیع کی یہی تعریف درج ہے۔شمس الدین فقیر لکھتے ہیں:

”بدیع ایک علم ہے کہ اس سے چند امور ایسے معلوم ہوتے کہ وہ کلام کی خوبی کا باعث بنتے ہیں اور ان امور سے خوبی کلام کی یہ ہے کہ پہلے علم معنی اور علم بیان کے قواعد سے مزین ہو چکا ہو، اس واسطے کہ اگر کلام ایسا نہ ہوگا تو امور کا کلام میں استعمال کرنا ایسا ہے کہ جیسے ایک بدصورت کو زیور پہنا دیں“۔[10]

اسی طرح بحر الفصاحت میں ہے:

”بدیع ایک علم یعنی ملکہ ہے جس سے چند امور ایسے معلوم ہو جاتے ہیں جو خوبی کلام کا باعث ہوتے ہیں مگر اول اس بات کی رعایت ضرور ہے کہ کلام مقتضائے حال کے مطابق ہو اور اس کی دلالت مقصود پر خوب واضح ہو کیوں کہ ان دونوں خوبیوں کے بعد ہی کلام میں محسنات سے حسن و خوبی آسکتی ہے“۔[11]

علم بدیع کی دو قسمیں ماہرینِ فنِ بلاغت نے بیان کی ہیں، ایک صنائع لفظی اور دوسری صنائع معنوی۔ صنائع لفظی سے الفاظ میں حسن پیدا ہوتا ہے اور صنائع معنوی سے معنی میں۔ ماہرین نے ان کی مزید درجنوں اقسام بیان کی ہیں جن میں صنعت تجنیس، صنعت اشتقاق، صنعت سیاقتہ الاعداد، صنعت ذوقافیتین، صنعت تضمین، صنعت تکرار، صنعت تاریخ، صنعت تلمیع، صنعت منقوطہ وغیر منقوطہ، صنعت مشاکلہ، صنعت طباق، صنعت مراۃ النظیر، صنعت تضاد، صنعت ایہام، صنعت لف و نشر، صنعت جمع، صنعت تفریق، صنعت تقسیم، صنعت حسن تعلیل، صنعت، تجاہل عارفانہ، مبالغہ، صنعت تلمیح اور دیگر کئی ایسی صنعتیں ہیں جو کلام میں معنوی خوبیاں پیدا کرتی ہیں۔

تلمیح کی تعریف:

تلمیح صنائع معنوی میں ایک اہم صنعت ہے۔ لغات میں تلمیح کی تعریف ان الفاظ میں ملتی ہے۔ جامع اللغات: کلام میں کسی قصے کی طرف اشارہ کرنا، آنکھ چرا کر دیکھنا۔[12]

فیروز اللغات: تلمیح (تَل میح) (ع امث) نظم یا نثر میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جن سے کسی قصے کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو۔ جمع تلمیحات۔[13]

فن بلاغت کی اہم ترین کتاب بحر الفصاحت میں، تلمیح کے معنی و مفہوم سے متعلق، مولوی نجم الغنی لکھتے ہیں:

”یہ صنعت اس طرح ہے کہ شاعر اپنے کلام میں کسی مسئلۂ مشہورہ یا قصے یا مثل شائع یا اصطلاح نجوم

وغیرہ یا کسی ایسی بات کی طرف اشارہ کرے جس کے بغیر معلوم ہوئے یا بے سمجھے اس کلام کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں نہ آئے''۔ ۱۴

ان آرا کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ شاعر اپنے کلام میں کسی مشہور واقعہ یا قصے یا اصطلاح وغیرہ کی طرف اشارہ کرے اور جب تک یہ اشارہ واضح نہ ہو تلمیح کہلاتا ہے۔ اس حوالے سے مولانا وحیدالدین سلیم کی رائے بھی اہمیت رکھتی ہے:

''زبان کے ابتدائی دور میں چھوٹے چھوٹے سادہ خیالات اور معمولی چیزوں کے بنانے کے لیے الفاظ بنائے گئے تھے۔ رفتہ رفتہ انسان نے ترقی کا قدم اور آگے بڑھایا۔ لمبے لمبے قصوں اور واقعات وحالات کی طرف خاص خاص لفظوں کے ذریعے اشارے ہونے لگے، جہاں وہ الفاظ زبان پر آئے وہ قصے وہ واقعے آنکھوں کے سامنے پھر گئے، ایسا ہر اشارہ تلمیح کہلاتا ہے''۔ ۱۵

ان تعریفوں سے یہ بات تو پایۂ تفہیم کو پہنچ جاتی ہے کہ کسی واقعے یا قصے یا شعر، یا قول کی طرف اشارہ کرنے کو تلمیح کہتے ہیں۔ دوسری صورت یہ بھی ہے کہ شعر میں بیان کردہ واقعات ومسائل کو بغیر توضیح وتشریح سمجھا نہ جا سکے۔ یہ سب باتیں درست مگر ڈاکٹر عطاالرحمن ندوی نے اس کے معنی ومفہوم کے حوالے سے لطیف گفتگو کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''تقریباً سارے اہلِ لغت نے تلمیح کو لفظاً عربی گردانا ہے اور اصلاً یہ عربی ہے بھی لیکن عربی میں تلمیح کا اصل مادہ ہے ل+م+ح۔ لمح تلمیح کی تعریف متعین کرتے وقت اس کے اصل جوہر کا خیال نہیں رکھا گیا، عربی میں لمح یلمح لمحاً باب فتح یفتح فتحاً ثلاثی مجرد سے آتا ہے جس کے معنی ہیں نگاہ اٹھنا، چمک جانا، روشن ہونا، مثلاً لمح البروق بجلی چمکی، لمح النجم ستارہ روشن ہوا۔ یہی عربی مادہ جب باب تفعیل سے لایا گیا ہے تو اس کی شکل بنتی ہے لمح یلمح تلمیح باب تفعیل کا یہی مصدر اردو میں علم معانی و بیان کی اصطلاح تلمیح ہے۔ باب تفعیل سے جب الی کے صلہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو معنی ہوتے ہیں اشارہ کرنا اور بغیر صلہ کے براہ راست استعمال ہو تو نظر ڈالنا، دزدیدہ نگاہ سے دیکھنا، روشن کرنا، چمکدار بنانا، جگمگا دینا جیسے لمح الشئ چمکدار بنا دیا رایتہ لمحتہ البروق بجلی جتنی دیر میں چمک کر ختم ہو جاتی ہے، میں نے اتنی دیر اسے دیکھا) اچٹتی سی نگاہ ڈالی (اسی سے لمح البصیر کی تعبیر بنتی ہے یعنی پلک جھپکنا۔ یہ باب فتح اور تفعیل دونوں میں آتا ہے اور مجموعی طور پر جو معانی بنتے ہیں وہ ہیں نگاہ اٹھنا، روشن ہونا، چمک جانا، نگاہ ڈالنا، روشن کر دینا، چمکار بنانا، جگمگا دینا، اشارہ کرنا، یہ تمام معانی اس لفظ کی

اصل لمحے میں پوشیدہ ہیں اور تلمیح میں ان معانی کا عکس جھلکتا ہے۔اس پس منظر میں جو لفظ تلمیح کی اصل حقیقت یا جوہری معنی پر غور کریں تو تلمیح کی اصل بھی یہی ہے۔شاعر کوئی ایک لفظ یا اشارہ ایسا استعمال کرتا ہے جس سے ذہن میں روشنی کا جھما کا سا ہوتا ہے اور بجلی سی چمک جاتی ہے اور واقعہ روشن ہو جاتا ہے اور وہ تمام معانی بھی جگمگا اُٹھتے ہیں جو شاعر کا مقصود ہوتے ہیں''۔۱۶؎

ڈاکٹر عطاالرحمن کی یہ توضیح تلمیح کے لغوی اور اصطلاحی، دونوں معنوں کا احاطہ کرتے ہوئے، اس کی تفہیم و ابلاغ آسان بناتی ہے۔ان آرا کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ تلمیح وہ انداز سخن ہے جس میں کسی خیال،کسی احساس یا کسی فکری پہلو کے بیان کے لیے کوئی بھی قصہ، واقعہ،آیت یا حدیث اور اصطلاح، ایسے لطیف طریقے سے بیان ہو کہ شعر میں بیان کردہ لفظ یا اشارہ،مذکورہ قصے یا واقعے کو سامنے لے آئے اور شاعر کا مقصد بھی پورا کرے۔

تلمیح کا آغاز وارتقا:

تہذیب کے قرینوں میں رمز واشارہ کو بہت اہمیت دی جاتی ہے،چنانچہ وہ ادب جو اظہار فکر و خیال کا ذریعہ بنتا ہے، وہ کیسے ان سے خالی رہ سکتا تھا۔ادب میں دیگر فنی خوبیوں کے ساتھ تلمیح بھی ایک طرف ادبی وتہذیبی رویہ بن کر سامنے آتی ہے تو دوسری طرف وہ انسان کے ماضی کی امانت دار بھی ہے کہ اس میں انسانی تاریخ کے تمام اہم واقعات محفوظ ہیں اور تحریر وتقریر کی دنیا کو منتقل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ہم کہہ سکتے ہیں تلمیح انسان کے شاندار ماضی کا مخزن ہے جس میں اس کے اجداد کی زندگی کہانیوں اور داستانوں کی صورت میں محفوظ ہے۔ان داستانوں میں اسلاف کا طرز زندگی،تمدن، ذہنی نشوونما،افکار،خوشی ،غم،توہمات،عقائد ونظریات،احساسات،عزم وہمت اور زندگی کے دوسرے مسائل ومعاملات کا تذکرہ ہوتا ہے۔

شعر وادب کی ابتدا کے ساتھ ہی اس میں تلمیحات کا استعمال شروع ہو گیا تھا۔کیوں کہ یہ بھی دنیا میں آنے والے پہلے انسان یعنی آدم علیہ سلام کے ساتھ زمیں پر اتری۔جب آدمؑ کو پیدا کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ ان کو سجدہ کریں تو اس حکم کی تعمیل میں فرشتوں کا سجدہ کرنا اور ابلیس کا انکاری ہونا ، پھر آدم علیہ سلام کا جنت سے نکالا جانا، ہابیل کا قابیل کے ہاتھوں قتل وغیرہ، یہ سب تلمیحات ہیں جو آدمؑ کی تخلیق کے ساتھ ظہور پذیر ہوئیں۔ان واقعات کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے اور دوسرے آسمانی صحائف

میں بھی۔تلمیح کا وجود انسان کے صدیوں کے تہذیبی، ثقافتی، سیاسی، مذہبی معاملات سے جڑا ہوا ہے
تلمیحات کی قدامت سے متعلق ڈاکٹر مصاحب علی صدیقی لکھتے ہیں:

"تلمیح علم بیان کی نہایت اہم صنعت ہے،اس کی قدامت اسی طرح مسلم الثبوت ہے، جیسا کہ تمدن و معاشرت کی تاریخ۔ابتداوآفرینش سے اس صنعت کا گہرا لگاؤ انسانی تمدن سے رہا ہے۔ارتقا کی ہر منزل میں اس کے نقوش پائے جاتے ہیں۔دنیا کی جن قوموں میں الفاظ نہیں تھے،وہ اپنے خیالات یا اشیا کو سنبھالنے کے لیے ہاتھ پاؤں اور آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے۔اپنے دلوں کی ترجمانی انھی ٹوٹے پھوٹے حوالوں سے کرتے تھے۔پھر تصویروں کے ذریعہ اظہار مطلب کرنے لگے۔رفتہ رفتہ حرفوں نے جنم لیا جن کی مدد سے ایک خاص خیال یا کام کی طرف اشارہ ہونے لگا۔اور ہر شخص ان اشاروں کو سمجھنے لگا۔ترقی کی دنیا میں یہ دور نہایت اہم تھا،جس میں زبان کا سنگ ِبنیاد رکھا گیا اور ادب کی تشکیل ہوئی۔انھیں اشاروں،تصویروں کی جگہ تلمیحات نے لے لی۔تلمیح کے ایک لفظ نے وہی توضیح کی جو ان اشاروں یا تصویروں سے ادا ہو سکتی تھی"۔ ۱۷

تلمیحات کے مآخذ:

اردو شاعری میں تلمیحات کے مآخذ میں ایرانی، ترکی، عربی تہذیب وثقافت کی حامل تلمیحات اس قدر استعمال ہوئی ہیں کہ ان میں اجنبیت کا احساس ہی ختم ہو کر رہ گیا ہے۔اردو ادب کا بڑا تلمیحاتی مآخذ اسلامی تہذیب وثقافت ہے۔اس کے بعد تاریخی اور ہندی دیومالا سے بھی استفادہ کیا گیا۔اردو میں عام طور پر تلمیح کے جو مآخذ سامنے آتے ہیں، ان میں قرآن وحدیث، مذہبی قصے کہانیاں، مذہبی عقائد، مذہبی تعلیمات، دیومالائی تصورات، مذہبی واقعات، تاریخی واقعات، سیاسی انقلابات، سیاسی تحریکیں، قومی تحریکیں، مشہور شخصیات، سماجی معاملات، رسوم ورواج اور دوسری قوموں کی زبانیں اور ان کا ادب شامل ہیں۔

دل نثارِ مصطفیؐ ہے جاں پائمالِ مصطفیؐ
یہ اویسؓ مصطفیؐ ہے وہ بلالِؓ مصطفیؐ

اصغر گونڈوی ۱۸

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیؐ سے مجھے
کہ عالم ِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

اقبال ۱۹

زندگی وادیِ یثرب میں بسر کرنا تھی
حضرت خضر کو جی کر بھی نہ جینا آیا
نوح ناروی ۲۰ے

پھوٹا جو سینۂ شبِ تارِ الست سے
اُس نورِ اولیں کا اجالا تمہیؐ تو ہو
ظفرعلی خان ۲۱ے

ایک بار اور بھی طیبہ سے فلسطین میں آ
راستہ دیکھتی ہے مسجدِ اقصیٰ تیرا
احمدندیم قاسمی ۲۲ے

دلِ کلیم ہے اس کے کلام سے روشن
خوشا تجلیِ طورِ محمدؐ عربی
رئیس امروہوی ۲۳ے

مندرجہ بالا اشعار میں خط کشیدہ الفاظ وتراکیب،توضیح طلب ہیں ۔پہلے شعر میں عاشق رسولِ کریمؐ اویس قرنیؒ کا ذکر بھی ہے اور صحابیِ رسول حضرت بلال حبشیؓ کا بھی۔معراجِ مصطفیٰ سے مراد حضورؐ کا سفر معراج ہے،نوح ناروی کے شعر میں حضرت خضرعلیہ سلام کی حیات ابدی کی تلمیح بیان ہوئی ہے۔مسجد اقصیٰ بھی سفر معراج کی طرف اشارہ ہے کہ اس سفر پر جاتے ہوئے حضورؐ مسجد اقصیٰ میں رکے تھے اور نماز ادا کی تھی۔تارِ الست سے قرآن پاک کی آیت الست بربکم کی طرف اشارہ ہے۔دلِ کلیم اور تجلیِ طور حضرت موسیٰؑ کی اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کے واقعہ کی نشان دہی کرتے ہیں۔

اسلامی تاریخ بالخصوص قرآن پاک اور احادیث سے ماخوذ تلمیحات کے علاوہ اردو میں قدیم تہذیبوں سے ماخوذ واقعات اور اس زمانے کی قدآور شخصیات کے کارناموں کو بھی تلمیح بنایا گیا ہے۔عوام میں مشہور قصے،لوک کہانیاں،فرضی اور تصوراتی تلمیحات بھی اردو شعر وادب کا حصہ ہیں۔تلمیحات کے مآخذ سے متعلق کوئی آخری حد مقرر نہیں اور ایسا کرنا ممکن بھی نہیں کہ وقت کے ساتھ ساتھ ان میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔لکھنے پڑھنے والوں کی تلاش اور جستجو سلامت رہے تو تلمیحات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا رہے گا۔

تلمیح کی اقسام:

تلمیح کا دائرہ کار بہت پھیلا ہوا ہے۔شعروشاعری اس کا اہم اور بڑا میدان ہے لیکن نثر میں بھی اس کے آثار ملتے ہیں۔نثر میں جہاں جہاں تلمیح بیان کی جاتی ہے وہاں وہاں نثر بہت پر لطف اور پر تاثیر ہوتی جاتی ہے۔شاعری میں اس کی حکمرانی حدود و قیود سے آزاد ہے کہ یہ ہر صنف ِشعر اور فنی حوالے سے ہر صنعت میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔معنوی حوالے سے بھی تلمیحات کا دامن کشادہ ہے۔یہ ادبی بھی ہوتی ہیں اور علمی بھی،مذہبی بھی ہوتی ہیں اور تاریخی بھی،خیال و واقعات کی حامل بھی ہوتی ہیں اور اصطلاحات کی بھی۔یہ رسمی،عوامی،روایتی اور شاہی بھی ہوسکتی ہیں،الغرض ان کا دائرہ وسعت آشنا ہے۔معانی کے لحاظ سے تو تلمیح کی کئی قسمیں بیان کی جاتی ہیں لیکن فنی حوالے سے اس کی اقسام سے متعلق ماہرین علم ِبلاغت خاموش ہیں تاہم مولانا وحیدالدین سلیم نے اس کی دو اقسام کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ادبی تلمیحات: وہ تلمیحیں جو اردو نظم ونثر میں مستعمل ہیں۔ ۲۔عام تلمیحات۔وہ تلمیحیں جو عام بول چال میں داخل ہیں۔ ۲۴

فنی حوالے سے تلمیح کی اقسام کا ذکر اگر چہ کہیں نہیں ملتا تاہم ڈاکٹر عطاالرحمن ندوی نے اس حوالے سے تلمیح ِمجرد،تلمیح ِاستعارہ اور تلمیح ِتشبیہ کی اقسام وضع کرنے کی کوشش کی ہے:

> ”تلمیح کا جملہ صناف سخن میں جاری وساری ہونا اس بات کا متقاضی ہے کہ اس کی بھی فنی تقسیم کی جائے جیسے دیگر صنعتوں کی فنی تقسیم کی گئی ہے جیسے تشبیہ،استعارہ ومجاز وغیرہ۔ہمیں اس میں بظاہر کوئی مانع نظر نہیں آتا بل کہ یہ تلمیحات کی نوعیت کی تعیین کا تقاضا ہے تاکہ مختلف تلمیحات کے مابین فرق درجات اور قدر ِمراتب قائم ہوسکے۔علم معانی و بلاغت کی جتنی صنعتیں ہیں،ان میں سے بیشتر صنعتوں میں شعرا نے تلمیح کا استعمال کیا ہے اور بڑی خوب صورتی اور کامیابی کے ساتھ کیا ہے چنانچہ تلمیح تشبیہ بھی ہے استعارہ بھی،تلمیح کنایہ بھی ہے مجاز بھی اور مجاز مرسل بھی بل کہ بلاخوف ِتردید کہا جاسکتا ہے کہ جب جب تلمیح نے تشبیہ،استعارہ یا کنایہ کا لباس فاخرہ زیب تن کیا ہے،اس کا حسن وشباب،اس کا سحر، اس کی لطافت،اس کی ملاحت اور زیادہ نکھر گئی ہے اور بڑی کامیابی کے ساتھ اس نے لوگوں کے دل ودماغ کو مسخر کرلیا ہے۔اسی لیے کوئی مانع نہیں ہے کہ ہم تلمیح کو بھی انھیں صنعتوں کے اعتبار سے تقسیم کردیں اور اس کی تعریف وحدود بھی تعیین کردیں۔یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ تلمیحی شعر

میں بیک وقت دو صنعتیں جمع ہو جاتی ہیں ۔اول تو تلمیح خود ایک صنعت شِعری ہے،دوم بصورت استعارہ یا بصورت کنایہ یا تشبیہ یا مجاز وغیرہ اور کبھی کوئی بھی صنعت تلمیح سے وابستہ نہیں ہوتی لہذا اس کی تعیین ضروری ہے کہ آیا تلمیح مجرد ہے یا دوسری کسی صنعت کے ساتھ وابستہ ہے اور اگر کسی صنعت کے ساتھ وابستہ ہے تو وہ کون سی صنعت ہے ۔اسی کو باالفاظ دیگر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ تلمیح کی کون سی قسم ہے''۔ ۲۵

اس رائے کی روشنی میں یہ بات سمجھ آتی ہے کہ تلمیح کی فنی تقسیم ہونی چاہیے کیوں کہ اس طرح تلمیحاتی نظام کو سمجھنے میں سہولت بھی پیدا ہوتی ہے،فکر و خیال کے نئے در بھی کھلتے ہیں اور تلمیحات سے افادہ کی نئی صورتیں بھی نکل سکتی ہیں ۔ درج ذیل شعر میں موجود تلمیحات کو صرف تلمیح کہنا مناسب نہیں کہ اس میں تشبیہ کی صنعت بھی موجود ہے ۔

سبوئے جاں میں چھلکتا ہے کیمیا کی طرح
کوئی شراب نہیں عشقِ مصطفےٰ کی طرح

سراج الدین ظفر ۲۶

معانی کے لحاظ سے تلمیح کی کئی اقسام ہیں جن میں تاریخی،مذہبی،واقعاتی،داستانوی واساطیری، سیاسی ،شخصیاتی،رسمی و توہماتی،فرضی و تخیلاتی،جغرافیائی،قرآن و حدیث سے ماخوذ،تصوفاتی اور تہذیبی تلمیحات شامل ہیں ۔

تلمیح کی ضرورت و اہمیت :

رمز و اشارہ تہذیب کی علامت سمجھے جاتے ہیں،اس لیے شعر و ادب کا تقاضا تھا کہ اس تہذیب کو رواج دے،اس کے ذریعے اپنی وسعتوں میں اضافہ کرے ۔تلمیح ،رمز و اشارہ کی تہذیب کا ایک خوب صورت پہلو ہے جسے شعرا ادبا نے بجا طور پر فن کا حصہ بنایا ہے،تلمیح ادب کی ضرورت بن کر فن کا حصہ بنی ہے ۔ادب کی اس ضرورت کے حوالے سے ڈاکٹر مصاحب لکھتے ہیں :

''ادب کے تقاضوں نے تلمیح کی ضرورت کو فطری طور پر محسوس کیا اور وہ شاعر کے فکر رسا میں ایک فطری ضرورت بن کر آئی جس طرح اشیائے خورد و نوش انسانی بقا اور حیات کی ضروریات فِطری ہیں،ان کے بغیر نہ تو وہ ذی حیات میں شمار ہو سکتا ہے اور نہ ترقی کر سکتا ہے اور نہ پروان چڑھ سکتا

ہے۔اسی طرح بقائے ادب کا حال،اس کو حیات اِبدی اسی وقت نصیب ہوسکتی ہے جب اس کی دسترس میں اشارات،اصطلاحات،واقعات،روایات اور رمزیات کے ذخیرے موجود ہوں"۔۲۷

تلمیح اظہار فکروخیال کا ایک اہم اور خوب صورت ذریعہ ہے،ایک ایسا ذریعہ جس کے طفیل ہم بہت طویل واقعے یا قصے کو انتہائی اختصار کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں۔یہ اختصار صرف بات مختصر کرنے سے عبارت نہیں ہوتا بل کہ اس میں ایسی ایمائیت ہوتی ہے جو معجز بیانی کہلاتی ہے۔یہ اختصار بات کو براہ راست بیان کرنے کی بجائے اشارے میں پیش کرتا ہے اور یہ اشارہ شعر کا حسن تصور کیا جاتا ہے۔رمز و اشارہ میں معنی کی ایک دنیا آباد ہوتی ہے جس تک رسائی حاصل کرنے والا ہی شعر کا لطف اٹھا سکتا ہے۔شعر سے حاصل ہونے والا لطف،سرشاری اور سرورقاری کا لہو گرماتے ہیں،اس کے باطن میں روشنی پیدا کرتے ہیں اور پڑھنے والے کو انبساط کی کیفیت میں مبتلا کرتے ہیں۔اگر یہ اشارہ و رمز تلمیحاتی ہو تو یہ سرشاری کی کیفیت دوبالا ہو جاتی ہے۔اس سے تلمیح کی اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ ایک مختصر سا لفظ کتنا دل چسپ اور کتنا معنی خیز ہوتا ہے۔ڈاکٹر عطاالرحمن صدیقی لکھتے ہیں:

> "تلمیح کا چھوٹا سا لفظ اپنے اندر معانی کی جو کائنات رکھتا ہے وہ لفظیات کی دنیا میں تنہا اسی کا خاصہ ہے۔کسی بلیغ سے بلیغ تر لفظ میں معانی کی وہ وسعت وہ گہرائی و گیرائی نہیں پائی جاتی جو تلمیح کے چھوٹے سے لفظ کے اندر پوشیدہ ہوتی ہے۔اسی طرح اثر آفرینی و تاثیر کی بھی جو قوت تلمیح میں پائی جاتی ہے،بلیغ سے بلیغ تر تعبیرات بھی اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں"۔۲۸

تلمیحات کے استعمال سے لکھنے والا اپنی بات میں جادو پیدا کر لیتا ہے،اس لیے ان کو ادب کی روح سمجھا جاتا ہے۔شاعر اپنے کلام میں رمز و اشارہ کے ذریعے بلاغت پیدا کرتا ہے اور یہی بلاغت اثر آفرینی کا سبب بنتی ہے۔تلمیحاتی شعر غیر تلمیحاتی شعر کے مقابلے میں زیادہ بلیغ اور زیادہ پر اثر ہوتا ہے ،اس لیے تلمیحات کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔اردو میں استعمال ہونے والی تلمیحات کی اکثریت کا مآخذ قرآن پاک،احادیث،تصوف اور تاریخ اسلامی ہیں۔قرآن پاک کے مندرجات میں انبیا علیہ سلام اور ان کی امتوں کے حالات و واقعات،یوم حشر اور موت بعد حیات کا بیان،انسان کی فلاح و بہبود اور آفاقی سچائیوں کا بیان موجود ہے اور یہ سب اردو شاعری میں تلمیحات کے پیرائے میں بیان ہوتا آ رہا ہے۔اسلامی تلمیحات کا دوسرا اہم منبع احادیث ہیں،حضورؐ کے اقوال ،اعمال،پیش آمدہ حادثات و واقعات،جنھیں اصحابِ رسولؐ نے دیکھا یا سماعت کیا،انھیں آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ کر دیا۔یہ منبع

انوار نسلاً بعد نسل محفوظ طریقے سے منتقل ہوتا رہا ہے ۔اردو ادب میں اسے تلمیحات کی صورت بیان کر کے جہاں پڑھنے لکھنے والوں کے لیے فکر و خیال کے دروازے کھولے گئے وہیں اس عظیم خزانے کی حفاظت کی ذمہ داری بھی ادا ہوتی رہی۔

اردو ادب میں مستعمل تلمیحات کا ایک اور اہم مآخذ اسلامی تلمیحات ہیں ۔ یہ تلمیحات قرآن و حدیث ،اسلامی تاریخ اور تصوف سے متعلق اصطلاحات ،صوفیا کی زندگی ،ان کی گفتگو اور فلسفہ زندگی بھی پر مشتمل ہوتی ہیں ۔عالمی تاریخی تلمیحات بھی اردو میں مستعمل رہی ہیں ۔ایسی تلمیحات جو تاریخ سے اخذ کی جائیں ،تاریخی تلمیحات کہلاتی ہیں ۔ان تلمیحات میں عہد فرعون ،نادرشاہی ،تانا شاہی ،رام راج ،غزنوی ایاز ، جہانگیری عدل ،اکبر اعظم ،دارا وسکندر ،جام جمشید ،وغیرہ شامل ہیں ۔ان کے علاوہ فرضی یا خیالی جیسے سیمرغ ،ہما ،شیخ چلی ،علمی اصطلاحات جیسے قفل ابجد ،موسیقی کی اصطلاحات دیپک راگ ،علم نجوم کی اصطلاحات وغیرہ ،بیگماتی تلمیحات جیسے امام ضامن ، جغرافیائی تلمیحات جیسے جیجوں ،وادی ایمن ،مصری بازار ،لعل یمن وغیرہ اور عوامی تلمیحات یعنی عام بول چال کے محاورے اور ضرب المثل جیسے نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی ،بھی اردو ادب میں کارفرما ہیں ۔ان تلمیحات کے جائزہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اردو شاعری تلمیحاتی سرمایے کا ایک وافر حصہ اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے ۔ان تلمیحات نے اردو شاعری کے حسن اور اس کے ابلاغ میں اہم کردار ادا کیا ہے ۔آئندہ کے ابواب میں ان تلمیحات کا تفصیل سے جائزہ لیا جائے گا۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔صالحہ عابدہ حسین، مرتب (انیس کے مرثیے)، دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۱۹۹۰، جلد دوم ص ۴۵۱

۲۔المنجد (عربی، اردو) لاہور: مکتبہ قدوسیہ ۲۰۰۹، ص ۶۴۳

۳۔جامع اللغات، جلد دوم، لاہور: اردو سائنس بورڈ طبع دوم، ۲۰۰۳، ص ۱۴۳۸

۴۔شاد عظیم آبادی، فکرِ بلیغ، (ترتیب وتہذیب، ڈاکٹر مزمل حسین)، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۲، ص ۵۰

۵۔ناشاد، ارشد محمود ''مبادیات علم بیان و بدیع وعروض، لاہور: ورلڈ ویو پبلی شرز، ۲۰۲۲، ص ۹۱

۶۔نورالالغات، نیشنل بک فاؤنڈیشن: اسلام آباد، ۱۹۹۰ ص ۶۱۸

۷۔نجم الغنی، حکیم، بحر الفصاحت، دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۰۶، ص ۵۳۵، ۵۳۶

۸۔مزمل حسین، ڈاکٹر، علم بیان وعلم بدیع کے مباحث، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۲۰، ص ۲۵

۹۔جامع اللغات، ص ۳۴۲

۱۰۔فقیر، شمس الدین، حدائق البلاغت (مترجم، امام بخش صہبائی)، کانپور: مطبع منشی نول کشور، ۱۸۸۷، ص ۷۷

۱۱۔بحر الفصاحت، جلد دوم، ص ۸۹۲

۱۲۔جامع اللغات، جلد دوم، ص ۶۶۸

۱۳۔فیروز اللغات جدید، کراچی: فیروز سنز، ۲۰۱۷، ص ۲۳۸

۱۴۔بحر الفصاحت، ص ۱۰۰۳

۱۵۔وحید الدین سلیم، مولانا، افادات سلیم، لاہور: شیخ مبارک علی تاجر کتب، س ن، ص ۱۰۰، ۱۰۱

۱۶۔عطاالرحمن، ڈاکٹر، صدیقی، ندوی، اردو شاعری میں اسلامی تلمیحات، لکھنو: کاکوری آفسٹ پریس، ۲۰۰۴ ص ۱۴۷، ۱۴۸

۱۷۔مصاحب علی، ڈاکٹر، صدیقی، اردو ادب میں تلمیحات، لکھنو: نظامی پریس ۱۹۹۰، ص ۱۳۱، ۱۳۲

۱۸۔ارمغانِ نعت، (مرتبین، ساجد صدیقی، والی آسی) لکھنو: مکتبہ دین وادب، ۱۹۶۴، ص ۱۴

۱۹۔محمد اقبال،علامہ،کلیات اقبال،لاہور: اقبال اکادمی،۲۰۱۸،ص ۳۶۷
۲۰۔ارمغانِ نعت،مرتب،شفیق بریلوی،کراچی: نفیس اکیڈمی،ص ۱۲۹
۲۱۔ظفر علی خان،مولانا،بہارستان،لاہور: اردو اکیڈمی پنجاب،۱۹۳۷،ص ۴۶
۲۲۔احمد ندیم قاسمی،جمال،لاہور: مکتبہ بیاض،۱۹۹۲،ص ۳۶
۲۳۔رئیس امروہی،ادبیات (نعت نمبر) شمارہ ۱۰۱،اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان ۲۰۱۴،ص ۱۰۲
۲۴۔افادات سلیم،ص
۲۵۔اردو شاعری میں اسلامی تلمیحات،ص ۱۶۰،۱۶۱
۲۶۔ظفر،سراج الدین،غزال وغزل،کراچی: فیروز سنز لمیٹڈ،۱۹۶۸،ص ۱۶،۱۷
۲۷۔اردو ادب میں تلمیحات،ص ۹۱
۲۸۔اردو شاعری میں اسلامی تلمیحات،ص ۱۶۷

اردو نعت رسول مقبولؐ میں دینی تلمیحات

ایسی تلمیحات جن کا مآخذ اسلام کے بنیادی عقائد ہوں، جن میں قرآن پاک کی کوئی آیت یا حدیث کا کوئی ٹکڑا الفاظ و معانی کی سطح پر استعمال ہو یا ان کا مفہوم بیان کیا جائے، دینی تلمیحات کے زمرے میں آتی ہیں۔ دینی تلمیحات ہی اردو شاعری کا وہ سرمایہ ہے جن کی سچائی مسلمہ ہے۔ اردو شاعری میں مستعمل تلمیحاتی سرمائے کا وافر ذخیرہ دینی تلمیحات پر ہی مشتمل ہے۔ دینی تلمیحات کے مآخذات میں قرآن و احادیث کے علاوہ اسلامی تاریخ اور تصوف بھی شامل ہیں۔

اردو ادب میں استعمال ہونے والی دینی تلمیحات میں ابن مریم، اصحابِ کہف، اعجاز مسیحا، اصحاب فیل، برادران یوسف، حسنِ یوسف، تجلی طور، کوہِ طور، طور سینا، وادی سینا، تختِ سلیماں، بوئے یوسف، دیدہ یعقوب، صبر ایوب، صور اسرافیل، ضرب کلیم، عزیز مصر، قارون، قصر سلیمان، کشتی نوح، دعائے خلیل، دم عیسیٰ، شعلہ طور، شق القمر، روز الست، عمر خضر، لوح وقلم، لوح محفوظ، من وسلوی، نغمہ داوٗد، دوزخ، فردوس، یارغار، ید بیضا، غار حرا، معراجِ مصطفیٰؐ، روزِ محشر وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ اسلامی تاریخ جس میں حضورؐ کا عہد مبارک، خلفائے راشدین کا زمانہ، خلافت اموی، خلافت عباسی اور خلافت عثمانیہ تک کے واقعات بھی تلمیح کی صورت اردو ادب کا حصہ بنے ہیں۔

ا۔قرآن پاک سے ماخوذ تلمیحات:

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر اسلام حضور نبی کریمؐ پر نازل کی گئی الہامی کتاب ہے جو وحی کی صورت میں نازل کی گئی اور یہ وحی حضرت جبریلؑ لے کر آتے رہے۔ وحی کا یہ سلسلہ ۲۳ سال تک جاری رہا۔ قرآن پاک کے نزول کا آغاز پہلی وحی ''اقرا'' سے شروع ہوا اور آخری وحی ''الیوم اکملت لکم دینکم ''۲ پر ختم ہوا۔ قرآن پاک ہی اللہ تعالیٰ کا وہ آخری پیام ہے جو دنیا میں بھیجا گیا۔ وحی کے نزول کے بعد اس کی کتابت بھی بتدریج ہوتی رہی۔ اس کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک ایک لفظ حضورؐ کو حفظ بھی کرایا اور جس طرح قرآن پاک نازل ہوا، حضورؐ نے اسی طرح یاد کیا اور کاتبین سے لکھوایا۔ آج قرآن پاک اسی طرح حرف بہ حرف موجود ہے اور اس کے لاکھوں کروڑوں حفاظ بھی ہیں۔ اس کے محفوظ ہونے کا

ایک سبب یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔ارشاد خدوندی ہے''ہم نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت بھی کریں گے''۔[۳]

قرآن پاک ،نوع انسانی کے لیے مکمل ضابطہ حیات ہے اور مسلمانوں کے لیے یہ شرطِ ایمان ہے کہ قرآن اللہ کی آخری کتاب ہے جو حضورؐ پر نازل ہوئی۔قرآن شریعت محمدی کا اولین مآخذ ہے جو انسانی فلاح و بہبود کا سرچشمہ ہے۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدی کے لیے پہلی امتوں کے احوال اور روز اول سے لے کر روز آخر تک کے معاملات وحقائق بیان کیے ہیں۔قرآن پاک خوشخبریوں کا منبع بھی ہے اور وعیدوں کا بھی۔خوشخبری اچھے اعمال کے لیے اور وعید برائی سے بچنے کے لیے۔اس میں جنت ،دوزخ سمیت انفس و آفاق کے تمام معاملات موجود ہیں۔یہی واقعات و معاملات اردو شاعری میں تلمیح کی صورت بیان کیے جاتے ہیں۔

قرآن پاک میں بیان کی گئی تلمیحات میں حضور اکرمؐ،حضرت آدمؑ،حضرت نوحؑ،حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ ،حضرت یعقوبؑ ،حضرت یوسفؑ ،حضرت موسیٰؑ،حضرت عیسیٰؑ ، حضرت یونسؑ ،حضرت سلیمانؑ و بلقیس،حضرت ایوبؑ اور دیگر انبیا کرامؑ کے قصوں کے علاوہ ہابیل وقابیل،حضرت مریمؑ، جالوت و طالوت،اصحاب کہف ،اصحاب فیل،ذوالقرنین،ابلیس ،قارون، ہاروت و ماروت اور حضرت خضرؑ کی داستانیں شامل ہیں۔عربی،فارسی اور اردو سمیت دیگر زبانوں کے ادب میں انھی داستانوں سے تلمیحات اخذ کی گئی ہیں۔ذیل میں ان تلمیحات کا جائزہ لیتے ہیں جو اردو نعت خاص طور پر اکیسویں صدی کی نعت میں کثرت سے مستعمل ہیں۔

حضرت نوحؑ:

حضرت نوحؑ ،آدمؑ کے بعد رسالت کا اعزاز پانے والے پہلے نبی ہیں،انھیں آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے۔تذکروں میں ان کا اصل نام یشکر درج ہے اور نوح کی وجہ تسمیہ کثرتِ گریہ بتائی گئی ہے۔حضرت نوحؑ قریباً ایک ہزار سال تک عوام کو رشد و ہدایت کی طرف بلاتے رہے مگر ان کی قوم ایمان کی دولت سے محروم ہی رہی۔صرف ۸۰ لوگوں نے اُنؑ کی دعوت قبول کی یہاں تک کہ اپنی امت کی بداعمالی،گمرہی،خود سری اور سرکشی سے تنگ آ کر نوحؑ نے اللہ سے دعا کی:

''اور پھر نوح نے یہ دعا کی کہ میرے پروردگار کسی کافر کو روئے زمین پر بستا نہ رہنے دے۔اگر تو اُن کو

رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور اُن کی اولاد ہوگی وہ بھی بدکار اور ناشکر گزار ہوگی۔ اے میرے پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو ایمان لا کر میرے گھر میں آئے اس کو اور تمام ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو معاف فرما۔ اور ظالم لوگوں کے لیے اور زیادہ تباہی بڑھا''۔[۴]

اس دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی قوم کو عذاب میں مبتلا کر دیا۔ حضرت نوحؑ کو وحی کے ذریعے آگاہ کیا کہ وہ کشتی بنائیں اور اس میں گھر والوں کے علاوہ چرند پرند کو جوڑا جوڑا اٹھائیں۔ اللہ کے حکم سے سیلاب آیا اور ان کی قوم کے سرکش اور نافرمان لوگوں کو بہا لے گیا۔ صرف وہ لوگ محفوظ رہے جو ان کشتی میں سوار ہوئے۔ اس موقع پر حضرت نوحؑ کا بیٹا کنعان بھی طوفان کی نذر ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے حق میں حضرت نوحؑ کی دعا قبول نہ کی۔ اردو ادب میں حضرت نوحؑ کی کشتی کا با حفاظت کنارے لگنا تلمیح کے طور پر استعمال ہوتا ہے لیکن اردو نعت میں ان کی زندگی کے دیگر واقعات بھی تلمیح کی صورت میں ملتے ہیں۔

نوحؑ مثال اُسؐ نے چھپ چھپ کر
عام ، پیامِ خاص کیا تھا
نوحؑ مثال اعلانِ نبوت
مجمع مجمع فرمایا تھا

خالد احمد[۵]

صف بہ صف پہلو بہ پہلو کھڑے پیچھے اُس کے
نوحؑ و یعقوبؑ و سلیمانؑ و شعیبؑ و داوٗدؑ

محمد افتخار الحق ارقم[۶]

حضرت عیسیٰؑ:

حضرت عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور بنی اسرائیل پر مبعوث کیے گئے آخری نبی اور رسول ہیں۔ قرآن پاک میں انھیں مسیح عیسیٰ، ابن مریم[۷]، کلمتہ اللہ[۸]، روح اللہ[۹] کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بغیر باپ کے پیدا کیا۔ جب مریم علیہ سلام کو فرشتوں نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی

طرف سے فیض کی بشارت دیتا ہے تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی ۔قرآن پاک میں ارشاد ہے :

''مریم بولیں اے میرے پرودگار! کیوں کر ہو سکتا ہے میرے ہاں بچہ حالاں کہ ہاتھ تک نہیں لگایا مجھے کسی انسان نے، فرمایا یونہی ہے (جیسے تم کہتی ہو) اللہ پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے جب فیصلہ فرماتا ہے کسی کام (کے کرنے) کا تو بس اتنا ہی کہتا ہے اسے کہ ہو جا تو وہ فوراً ہو جاتا ہے'' ۔ ۱۰

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ پر کتاب مقدس انجیل اتاری اور انھیں کئی معجزات عطا فرمائے تھے جن میں نو مولودگی کی حالت میں لوگوں سے کلام کرنا، مادر زاد اندھے کو اللہ کے حکم سے بینا کر دینا، برص کے مریض کو اللہ کے حکم سے شفا دے دینا، مُردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کرنا۔ لوگوں کو ان کے گھر میں کھائی ہوئی اور ذخیرہ کی ہوئی چیزوں کے بارے میں بن دیکھے خبر دینا، دعا سے آسمان سے دسترخوان کا اترنا، زندہ حالت میں آسمان پر اٹھایا جانا اور قیامت کے قریب دنیا میں واپس آ کر ادھیڑ عمری میں لوگوں سے کلام کرنا شامل ہیں ۔ ان معجزات کا تذکرہ قرآن کریم میں بھی موجود ہے ۔ اردو شاعری اور خاص طور پر نعت میں ان کی مسیحائی اور حیاتِ نو کے معجزات کا ذکر کثرت سے ملتا ہے ۔

ہے طرفہ مزاج ان کا ، دیدار علاج ان کا
عیسیٰؑ سے نہ اچھے ہوں بیمار مدینے کے
سید نصیر الدین نصیر ۱۱

ایسا کہاں طبیب ملے گا جہان میں
بیمار جس کا رشکِ مسیحا دکھائی دے
قیصر نجفی ۱۲

عیسیٰؑ کی مانند اسے بھی
ہر جھوٹے نے جھٹلایا تھا
خالد احمد ۱۳

دردِ ہستی کا مداوا تو ہے
ٹوٹے شیشوں کا مسیحا تو ہے
مہرباں سارے جہاں کا تو ہے
حفیظ تائب ۱۴

نوعِ انساں کے ہر اک زخم پہ مرہم رکھ کر
بہرِ خوشنودیِ رب ، کارِ مسیحا کرنا
رشید ساقی ۱۵

عالی وہ نہ کرتا جو مسیحائی ہماری
کب کھلتی گرہ ، درد کے چارے کہاں ہوتے
جلیل عالی ۱۶

یہ زمانہ جو فقط ظلم کا عادی تھا کبھی
آپؐ کی ذات سے سیکھا ہے مسیحائی بھی
نورین طلعت عروبہ ۱۷

حضرت یوسفؑ:

حضرت یوسفؑ اللہ کے نبی اور حضرت یعقوبؑ کے صاحبزادے تھے۔گیارہ برس کی عمر میں ہی ان کے نبی ہونے کے آثار واضح ہونے لگے تھے۔انھوں نے بچپن میں ایک خواب دیکھا تھا جس کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔سورہ یوسف میں ہے''جب یوسفؑ نے اپنے والد سے کہا کہ ابا میں نے (خواب میں) گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے۔دیکھتا (کیا) ہوں کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں''۔۱۸

اس خواب کے بیان کرنے پر والد نے ان سے کہا تھا کہ اپنا خواب بھائیوں کو نہ بتائے ورنہ وہ اس کے دشمن بن جائیں گے۔۱۹ حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ سے بہت محبت تھی اور یہ محبت حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کو ناگوار گزرتی تھی۔ان کے بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کے خواب کی بابت بھی کہیں سے کچھ نہ کچھ جان لیا تھا،سو یہ ناگواری مخاصمت بن گئی۔اسی مخاصمت کے تحت انھوں نے حضرت یوسفؑ کے قتل کا منصوبہ بنایا اور انھیں جنگل میں لے جا کر ایک کنویں میں پھینک دیا اور گھر آ کر بتایا کہ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا۔حضرت یعقوبؑ کافی عرصہ ان کے غم میں روتے رہے یہاں تک کہ ان کی بینائی چلی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کی حفاظت کا یوں انتظام کیا کہ ایک قافلے والے وہاں سے گزرے

اور انھوں نے پانی کی طلب میں ڈول کنویں میں ڈالا ۔ یوں حضرت یوسفؑ اس ڈول کے ذریعے باہر آ گئے ۔ایک حسین جمیل لڑکے کو دیکھ وہ حیران ہوئے اور اسے ایک قیمتی سرمایا سمجھ کر ساتھ لے گئے اور مصر کے بازار میں انھیں فروخت کر دیا۔انھیں خریدنے والا (عزیز مصر) جب گھر پہنچا تو اس کی اہلیہ (زلیخا) حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر ان کے حسن و جمال کی شیدا ہوگئی ۔جب اس کے عشق و محبت کے چرچے خاندان میں پھیلے اور دوسری عورتوں نے زلیخا کے متعلق یہ کہنا شروع کر دیا کہ وہ اپنے جوان غلام کے پیچھے پاگل ہوگئی تو زلیخا نے سب خاندان کی عورتوں کو دعوت پر بلایا اور ان کے آگے پھل اور چھریاں رکھ دیں ۔پھر حضرت یوسفؑ سے کہا کہ ان کے سامنے آئے تو وہ عورتیں یوسفؑ کے حسن میں ایسی محو ہوئیں کہ اپنی انگلیاں کٹوا بیٹھیں ۔زلیخا کے جذبہ عشق و محبت کی قدر نہ کرنے پر یوسفؑ ایک عرصہ قید زنداں میں بھی رہے ۔

حضرت یوسفؑ خوابوں کی تعبیر بھی بتاتے تھے ۔خوابوں کی درست تعبیر کرنے کی وجہ سے ہی وہ عزیز مصر (بادشاہ) کے خاص مصاحب بنے ۔جب کنعان میں قحط پڑا تو ان کے بھائی غلے کی تلاش میں حضرت یوسفؑ کے پاس آئے تو انھوں نے بھائیوں کو پہچان لیا اور والد کی بینائی ضائع ہونے کا سن کر انھیں اپنا کُرتا بھجوایا اور کہا کہ یہ کُرتا ان کے منہ پر ڈال دیں تو بینائی واپس آ جائے گی،یوں حضرت یعقوبؑ کی بینائی واپس آ گئی ۔اردو شاعری میں حسنِ یوسف،ان کی بازار میں فروخت اور ان کی جدائی میں حضرت یعقوبؑ کی بینائی سے محرومی اور دوبارہ بینائی ملنے کو تلمیح کے طور پر بیان کیا جاتا ہے ۔

صورتِ چشمِ یعقوب سارا جہاں
اُن کی خوشبوئے آمد سے بینا ہوا
شہاب صفدر[20]

اے تختِ مصر یوسفِ دیگر تلاش کر
میری تڑپ تو جادۂ کنعانِ نعت ہے
بسمل شہزاد[21]

ذرے ہیں جس کے نور سے عالم میں تابناک
عرشِ عظیم کا وہ ستارا کہوں تجھے
سر کو جھکائے یوسفِ کنعاں ترے حضور

ہر دوسرا میں حسن سراپا کہوں تجھے
خوشبو لکھوں کہ میں گل رعنا کہوں تجھے
الہام ہو مجھے کہ میں کیا کیا کہوں تجھے
پروین زینب سروری ۲۲؎

یہ تذکرہ نہیں ہے زلیخائے مصر کا
ہشیار! کوئے یوسفِ کنعانِ نعت ہے
خالد رومی ۲۳؎

حضرت ہارونؑ اور حضرت موسیٰؑ:

حضرت ہارونؑ، حضرت موسیٰؑ کے بڑے بھائی اور نبی تھے۔ قرآنِ پاک میں حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کا تذکرہ متعدد مقامات پر آیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی بعثت سے قبل مصر میں فراعین کی حکومت تھی، جو تین ہزار سال قبل مسیح سے عہد اسکندریہ تک برسر اقتدار چلے آتے تھے اور اس عرصہ میں ان کے اکیس خاندان حکمران رہ چکے تھے۔ فرعون کو نجومیوں اور کاہنوں نے بتایا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تمھاری حکومت کا خاتمہ کردے گا۔ اسی خوف سے اس نے اسرائیلی لڑکوں کا قتل عام شروع کر دیا تھا، یہاں تک کہ کسی نومولود کی خبر ملتی تو اسے بھی مار دیا جاتا، انھی حالات میں موسیٰؑ کی پیدائش ہوئی۔

موسیٰؑ کی والدہ ان کے تحفظ کے لیے پریشان ہوئیں تو اللہ نے حکم دیا کہ اپنے بچے کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیں۔ خدا کی حکمت کے تحت وہ صندوق فرعون کے محل کے قریب سے گزرا تو اس کی بیوی نے یہ صندوق دیکھ کر اسے اٹھوالیا۔ وہ اس میں بچے کو دیکھ کر حیران ہوئی اور فرعون کی مخالفت کے باوجود بچے کو اپنے پاس رکھ لیا۔ موسیٰؑ کو کوہِ طور پر جانے کا دو دفعہ اتفاق ہوا۔ پہلی بار وہ آگ کی تلاش میں تھے تو انھیں جو شعلہ دکھائی دیا تھا، وہ خدا کے نور کی تجلی تھی۔ دوسری بار انھیں اللہ تعالیٰ نے بلایا اور ان کو نبوت عطا کی تھی۔

ان واقعات سے منسوب تلمیحات میں تجلی طور، طور سینا، شجر ایمن، وادی مقدس، شعلہ طور، آگ وغیرہ شامل ہیں۔ موسیٰ علیہ سلام سے چند ایک دوسری تلمیحات بھی وابستہ ہیں، جن میں عصائے موسیٰ، لن ترانی، ارنی اور کلیمِ طور شامل ہیں۔ کوہ طور پر انھیں اللہ سے ہم کلامی کا شرف بھی ملا جس کی وجہ سے

انھیں کلیم اللہ بھی کہا جاتا ہے۔اس علاقہ کو وادی ایمن بھی کہا جاتا ہے جسے شعرا نے تلمیحی طور پر استعمال کیا ہے۔اس کے علاوہ ید بیضا اور عصائے موسیٰؑ بھی تلمیحات کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، یہ موسیٰؑ کے معجزات تھے جن کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔

دلوں پہ کون اترتا ہے صورتِ شبنم
وہی کہ جس کی چمک آفتابِ طور میں ہے
توصیف تبسم ۲۴

دل کی خلوت رشکِ ایمن کیوں نہ ہو
دل کی خلوت میں مکیں سرکارؐ ہیں
حفیظ تائب ۲۵

محبوبؐ سے خلوت میں ملاقات رکھی تھی
تکلیم کی جا موسیٰؑ کو تھی طور یقیناً
راجا رشید محمود ۲۶

اہلِ حکم کا امام تھا ، یعنی
ہارون و موسیٰ تنہا تھا
خالد احمد ۲۷

دلوں کو وادیِ ایمن میں خیمہ زن کر کے
مواجہہ پہ حکایاتِ طور ، اشک کہیں
عزیز احسن ۲۸

میں ایسا کون کلیم آشنائے طور ِ شعور
کلام والوں سے نسبت کلام کرتی ہے
شہاب صفدر ۲۹

قدم پڑے ہیں مدینے کی خاک پر کس کے
کہ چپہ چپہ زمیں طور کا علاقہ ہے
دلاور علی آزر ۳۰

جس جگہ نقشِ کفِ پائے شہِ طیبہؐ ہو
قبلۂ طور بنے عرش نشاں ہو جائے
افضال احمد انور ۳۱

حضرت داؤدؑ:

حضرت داؤدؑ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تھے،حضرت موسیٰؑ کے بعد مبعوث ہوئے۔قرآن پاک میں کئی جگہ ان کے فضائل کمالات کا تذکرہ ہے۔داؤد علیہ سلام نے کم عمری میں وقت کے بادشاہ طالوت کے لشکر میں شامل ہو کر مخالف بادشاہ جالوت کو اپنی غلیل کے ذریعے قتل کیا۔ ۳۲

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''پس انھوں نے شکست دی جالوت کے لشکر کو اللہ کے اذن سے اور قتل کر دیا داؤد نے جالوت کو اور عطا فرمائی اللہ نے حکومت اور دانائی اور سکھا دیا اس کو جو چاہا اور اگر بچاؤ نہ کرتا اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کا بعض کے ذریعہ، برباد ہو جاتی زمین لیکن اللہ تعالیٰ فضل و کرم فرمانے والا ہے سارے جہانوں پر''۔ ۳۳

حضرت داؤد علیہ سلام کی خوش الحانی مشہور ہے،اکثر خوش آواز افراد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انھیں لحن داؤد عطا ہوا ہے۔ پہاڑ، پرندے اور جانور اللہ کے حکم سے حضرت داؤدؑ کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتے تھے،ان کے ہاتھوں میں لوہا نرم ہو جاتا تھا۔ ۳۴

درگزرِ یوسف کا حاصل
داؤدی فتحوں کا حامل
خالد احمد ۳۵

مہر و مہ تک ہو گئے جس کے اشارے سے گداز
رشکِ دستِ داؤدی ہے مصطفیؐ کا ہاتھ خوب
شہزاد مجددی ۳۶

تمھی داؤد کا نغمہ ہو ، تورا کی کہانی ہو
تمھی انجیل کا مقصد ہو عیسیٰ کی زبانی ہو
پروین زینب سروری ۳۷

دل و نظر پہ تھا الہامِ کیفِ داوٗدی
کہ پڑھ رہا تھا کئی آیتیں زبور سے میں
معین نظامی ۳۸؎

حضرت خضرؑ:

قرآن مجید میں حضرت خضرؑ کا ذکر خدا کے ایک نیک اور علم و حکمت والے بندے کے طور پر کیا گیا ہے۔ بعض محدثین اور مفسرین کے نزدیک وہ پیغمبر ہیں اور بعض کے مطابق وہ اللہ کے ولی۔ بعض نے انھیں فرشتہ بھی لکھا ہے تاہم اس اختلاف کی وجہ قرآنِ پاک میں اُن کے حوالے سے کسی پہچان کی عدم موجودگی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ لکھتے ہیں:

> ''حضرت موسیٰ کے دل میں یہ بات آئی کہ روئے زمین پر میرے سے بڑا کوئی عالم نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ آپ سے بڑھ کر عابد اور عالم میرا ایک بندہ خضرؑ موجود ہے۔ موسیٰ نے فرمایا پرودگار میری ان سے ملاقات کروائیے۔ اللہ نے فرمایا ایک نمکین مچھلی اپنے زاد راہ کے طور پر لے کر سمندر کے کنارہ پر چل دو، ایک چٹان کے پاس عین حیات ہے، اس مقام پر جا کر مچھلی زندہ ہو جائے گی اور وہیں تمھیں خضر ملیں گے''۔ ۳۹؎

ان کے بارے مشہور ہے کہ وہ جہاں بیٹھتے ہیں وہاں سبزہ نمودار ہو جاتا ہے یا جس جگہ سے گزرتے ہیں وہ جگہ ہمیشہ سرسبز و شاداب رہتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ''حضرت خضرؑ سفید پتھر پر بیٹھتے تو ان کے نیچے اسی وقت سبزہ اُگ آتا۔ اسی کرامت کی وجہ انھیں خضر کا لقب ملا''۔ ۴۰؎

تاریخی کتب میں ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ انھوں نے آبِ حیات پی لیا تھا، اس لیے انھیں دائمی زندگی مل گئی۔ کہا جاتا ہے یہ چشمہ کسی تاریک جنگل میں تھا۔ قدیم ایران کے ایک بادشاہ سکندر کو اس چشمے کا پانی پینے کا شوق ہوا تو انھوں نے خضر علیہ سلام سے مدد چاہی۔ خضر علیہ سلام انھیں لے کر جنگل جنگل گھومے اور آخر کار اس چشمے تک جا پہنچے لیکن خضر نے اس چشمے کا پانی پی لیا۔ اس لیے انھیں دائمی زندگی ملی جبکہ سکندر اس نعمت سے محروم رہا۔ اس روایت کو شعرا نے بہت برتا ہے اور کئی خوب صورت شعر کہے ہیں لیکن اس واقعہ کی حقیقت پردۂ اخفا میں ہے۔ اردو غزل کے ساتھ ساتھ نعت میں بھی خضرؑ کا ذکر عمرِ خضر، آبِ حیات، آبِ بقا اور رہنما کی تلمیح کی صورت میں ملتا ہے۔

پالی ہے میں نے دین محمدؐ کی سیدھی راہ
الیاسؑ کی تلاش نہ حاجت خضرؑ کی ہے
حفیظ تائب۴۱؎

ملے اک پل جو مواجہ پہ حضوری والا
اہلِ نسبت اسے عمرِ خضری کہتے ہیں
ریاض مجید۴۲؎

جنھیں خوش ذائقہ آبِ مدینہ ہو گیا حاصل
تعلق ایسے خوش بختوں کا کیا ہو آبِ حیواں سے
راجا رشید محمود۴۳؎

دنیائے فکر کے لیے آبِ حیات ہیں
اللہ کے حبیبؐ کے افکارِ ذوالکرم
منظر عارفی۴۴؎

بے کسوں کے ہو دادخواہ سارے جہاں کے بادشہ
اپنے مسافروں کو راہ، خضرِ جہاں دکھا ذرا
ارشاد شاکر اعوان۴۵؎

کیوں ہو مسافرت میں مجھے خضر کی تلاش
میرے لیے حضورؐ کا ہے راہبر کلام
عثمان قیصر۴۶؎

وہ وقت حاصل عمرِ خضرؑ نہ ہو کیوں کر
درِ نبیؐ پہ جو بھر قیام ملتا ہے
محبوب الٰہی عطا۴۷؎

احمد ہے عمرِ خضر بھی کم نعت کے لیے
دنیا میں کب کہیں کوئی پایانِ نعت ہے
احمد محمود الزماں۴۸؎

حضرت سلیمانؑ:

حضرت سلیمانؑ، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور حضرت داوٗدؑ کے صاحبزادے تھے۔ان کا سلسلہ نسب حضرت یعقوبؑ سے ملتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے جن و بشر، چرند، پرند اور ہواؤں کو حضرت سلیمانؑ کے لیے مسخر کر دیا تھا۔قرآن پاک میں ہے:

''اور ہم نے داوٗد اور سلیمان کو علم عطا فرمایا اور ان دونوں نے کہا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے سزاوار ہیں جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضلیت دی اور داوٗد کے قائم مقام سلیمان ہوئے اور انھوں نے کہا کہ اے لوگو ہم کو پرندوں کی بولی سمجھنے کی تعلیم دی گئی ہے اور ہم کو ہر قسم کی چیزیں دی گئی ہیں۔واقعی یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور سلیمان کے لیے جن و بشر اور پرندوں کا لشکر جمع کیا گیا ہے جو اس کثرت سے تھے کہ چلتے وقت انھیں روکا جاتا تھا''۔ ۴۹

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا تھا کہ وہ ان کے حکم سے اس زمین پر چلتی تھی۔اسی ہوا پر ان کا تخت اڑا کرتا تھا اور آپؑ اس تخت پر بیٹھ کر گھنٹوں کا سفر لمحوں میں طے کرتے تھے۔انھیں جن وانس پر بھی حکومت حاصل تھی،انھوں نے ہی مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس کی تعمیر کی تھی جس کے لیے پتھر جن اٹھا کر لاتے رہے تھے۔آپؑ کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس پر اسم اعظم کندہ تھا۔آپؑ نے ہدہد پرندے کے ذریعے ملکہ سبا تک اپنا پیغامِ شوق پہنچایا تھا۔

مدینے کے علاوہ اور جائے گا کہاں آخر
اگر آقاؐ کے منگتے کو ملا تختِ سلیماں بھی
ریاض حسین چودھری ۵۰

نقشِ قدم خلاؤں سے آگے نکل گئے
شاہد ہے وقت فخرِ سلیماں ہیں مصطفےٰؐ
حسن عسکری کاظمی ۵۱

دور از قیاس وسعتِ دامانِ نعت ہے
یہ مُلکِ نعت مُلکِ سلیمانؑ نعت ہے
سلمان گیلانی ۵۲

بارش اتر رہی ہے ثنائے حبیبؐ کی
اوجِ خیال کوہِ سلیمانِ نعت ہے
کوثر علی ۵۳؎

سلطنت جس کو میسر ہو فراوانی کی
اسے حاجت ہی نہیں تختِ سلیمانی کی
دلاور علی آزر ۵۴؎

سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم:

رسول اکرمؐ، اللہ کے آخری پیغمبر ہیں، قرآن و حدیث کی تمام تعلیمات آپؐ ہی کی ذات اقدس کے طفیل نوعِ انسانی کو نصیب ہوئیں۔ قرآن و حدیث کی تعلیمات نے جہاں انسانی زندگی کو ہر سطح پر متاثر کیا وہیں علوم وفنون بھی اس سے اثر قبول کیے بغیر نہ رہ سکے۔ ان علوم وفنون کی تمام شاخیں چاہے شاعری ہو یا خطاطی، تقریر ہو یا تحریر، ہر شعبہ فن میں حضور نبی کریمؐ کی زندگی، سیرت و کردار اور اقوال و اعمال کا تذکرہ موجود ہے۔ اردو شاعری میں جہاں دیگر پیغمبروں کے حالات و واقعات سے اخذ و استفادہ کیا گیا وہیں سرکارِ دو عالمؐ کی حیاتِ طیبہ کی عکاسی بھی اس فن کا امتیاز رہا ہے۔ انبیائے کرام کی حیاتِ مبارکہ سے استفادہ کی یہ صورتیں تشبیہ و استعارہ اور تلمیح کی صورت سامنے آتی ہیں۔ شعرا نے ان تلمیحات و اشارات کے ذریعے نئے نئے مضامین پیدا کیے اور اپنی بات کا ابلاغ پُراثر بنایا۔ قرآن میں مذکور ایسی تلمیحات جن میں حضور نبی کریمؐ کا ذکر ہے وہ مجرد بھی ہیں اور ان میں تشبیہ و استعارہ اور کنائے کا رنگ بھی موجود ہے۔ قرآن میں حضور نبی کریمؐ کا ذکر تو کئی حوالوں سے موجود ہے لیکن ان سب حوالوں کا جائزہ لینا مشکل ہوگا کہ اس مقالہ کا دامن تنگ ہے تاہم کچھ بہت مشہور واقعات سے متعلق تلمیحات درج ذیل ہیں۔

ورفعنا لک ذکرک:

سورہ الم نشرح کی چوتھی آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے کہ ''ورفعنا لک ذکرک''، اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں:

''طبری نے روایت کیا کہ حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ اللہ نے دنیا اور آخرت میں سید عالمؐ کے ذکر کو بلند کر دیا، پس کوئی خطیب تشہد پڑھنے والا، کوئی نمازی ایسا نہیں کہ اللہ کے نام کے بعد محمدؐ کی رسالت

کی تصدیق نہ کرتا ہو،گویا اللہ نے اپنے نام کے ساتھ سید عالمؐ کے نام کو ایسا پیوستہ فرمایا کہ اللہ احکم الحاکمین ہونے اور سیدِ عالم رحمت اللعالمین ہونے کی حیثیت سے ذکر کیے جائیں۔طبری نے ہی ابوسعیدؓ سے روایت کیا ہے کہ سید عالمؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرائیل امینؑ تشریف لائے،پس کہا بے شک میرا اور آپؐ کا رب کہتا ہے،آپؐ کا ذکر کیسے بلند کیا جائے؟ تو سید عالمؐ نے فرمایا: اللہ خوب جانتا ہے،جبرائیلؑ نے ارشاد فرمایا"اللہ فرماتا ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا ساتھ ہی میرے محبوبؐ کا بھی ذکر کیا جائے گا"۔۵۵

اس آیت سے شعرا نے استفادہ کیا اور کئی خوبصورت اشعار تخلیق کیے۔

جس کی رفعت کا کرے ذکر خدا قرآں میں
ہم بھلا کون کہ وصفِ قد و قامت کریں ہم
توصیف تبسم۵۶

ہر اک جانب ہوا کی لوح پر مُہر "رفعنا" ثبت کرنا تھا
رسالت کی گواہی سے کیا روشن اذانوں کو اسی خاطر
ریاض مجید۵۷

آپؐ کا ذکر کبھی کم نہیں ہوگا آقاؐ
آپؐ کے ذکر کو اللہ نے رفعت دی ہے
صبیح رحمانی۵۸

خدا نے آپؐ کے تذکار سے کیے معمور
دلوں کے گنبدِ بے در ، خیال کے اوطاق
منظر عارفی۵۹

دائم ہے بلند آپؐ کا ذکر
ڈوبے گا کبھی نہ یہ ستارا
فراست رضوی۶۰

بارِ الہٰ نے کیا ذکرِ نبیؐ بلند
وا اس لیے دریچہِ امکانِ نعت ہے
پرویز ساحر۶۱

حضورؐ کے صفاتی نام:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کو کلام پاک میں متعدد صفاتی ناموں سے مخاطب کیا ہے جن میں بشیر، نذیر، سراج منیر، مزمل، مدثر، طٰہٰ، یاسین اور دیگر شامل ہیں۔ سورہ الاحزاب میں ہے "اے پیغمبر ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور خدا کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ"۔ ۶۲

حضورؐ کا ایک صفاتی نام مزمل بھی ہے۔ سورہ المزمل میں ہے "اے (محمدؐ) جو کپڑے میں لپٹ رہے ہو، رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی دیر"۔ ۶۳ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ لکھتے ہیں:

> "امام حاکم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت 'یا ایھا المزمل قم الیل' نازل ہوئی تو آپؐ نے ایک سال تک نماز میں اس قدر طویل قیام فرمایا کہ آپؐ قدم مبارک سوج گئے، تب یہ آیت نازل ہوئی"۔ ۶۴

ان صفاتی ناموں اور ان کی حامل آیات بھی شعرا کے کلام میں کثرت سے استعمال ہوئی ہیں۔ ذیل میں خط کشیدہ الفاظ ان آیات ہی کی طرف اشارے ہیں۔

وہ جس کے قدم سے بہاروں کے چشمے زمانے میں پھوٹے
ہوا جس کے دم سے جہاں میں اجالا، سراجاً منیراً
حفیظ تائب ۶۵

وہ بے نشان کا طلعت نشاں، سراجِ منیر
جہاں ہے صبح حقیقت وہاں سراجِ منیر
مقصود علی شاہ ۶۶

اللہ کی کتاب کی تفسیر ہیں حضورؐ
قرآن کہہ رہا ہے بشیر و نذیر ہیں
ریاض حسین چودھری ۶۷

کہہ دیا یاایھا المزمل خود
کی خدا نے بیاں حضورؐ کی شان
سلطان سکون ۶۸

محترم کتنا ہے اللہ کا اندازِ خطاب
کہیں یٰسین کہیں نام ہے طاہا اُن کا
رشید ساقی ۶۹؎

یسیں کہوں مزمل و طہٰ کہوں تجھے
خیرالبشر کہوں ، شہِ والا کہوں تجھے
ہے دانش رسا سے ورا تیری ذاتِ پاک
لاؤں کہاں سے ایسا کہ تجھ سا کہوں تجھے
حق ہے کہ مرسلیں میں بھی یکتا کہوں تجھے
الہام ہو مجھے کہ میں کیا کیا کہوں تجھے
پروین زینب سروری ۷۰؎

مزمل ، صد ہزار نقطہ
نکتوں کا جہان کھولتا ہے
مدثر ، کالی کملی والا
عالم کا نگارِ دل ربا ہے
ایک ابطحی ، ہاشمی ، تہامی
اقوامِ جہاں کا مقتدیٰ ہے
خالد علیم ۷۱؎

پھیلی ہوئی ہیں طہٰ و یسٰیں کی نکہتیں
قرآن ، اس کنائے میں گل دانِ نعت ہے
ابوالحسن خاور ۷۲؎

اُمی لقب:

اُمی کا لفظ قرآن پاک میں کئی مقامات پر آیا ہے۔سورہ جمعہ میں ارشاد خداوندی ہے''وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں بھیجا انھی میں سے ایک رسول کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انھیں پاک کرتے ہیں اور کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں''۔ ۷۳؎

عربی میں اُمی سے مراد وہ شخص ہے جو پڑھنا لکھنا نہ جانتا ہو۔علما اور مفسرین کی اکثریت کی رائے ہے کہ حضور اکرمؐ کے اس نام مبارک کے وہ معنی ہرگز نہیں جو عام اَن پڑھ لوگوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں بل کہ اس سے مراد وہ شخصیت ہے جو علم و حکمت کے حصول کے لیے کسی انسان کی احسان مند نہ ہو۔حضور کریمؐ کو علم و حکمت اللہ نے عطا کیا ہے۔علامہ سیوطیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

''یہاں آیت کا معنی یہ ہے کہ آپؐ نے اُمیین پر کتاب کی تعلیم پہنچائی، جو کہ لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔بعض لوگ سید عالمؐ کی، امی ہونے کی، صفت کو یونہی بیان کرتے ہیں جیسا کہ عام لوگوں کے لیے بیان کی جاتی ہے حالاں کہ وہ قرآن کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا 'الرحمن علم القرآن' رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، جب سکھانے والی ذات اللہ کی ہے تو پھر نبیؐ کی شان میں نقص رہتا ہی کہاں ہے''۔ ۴ے

اردو نعت میں اس اسمِ مبارک کو بھی تلمیح کے طور پیش کیا گیا ہے

ایسا اُمی کہ فصاحت میں نہیں اُس کی نظیر
سامنے اُس کی بلاغت کے ہیں احبار ابکم
علیم ناصری ۵ے

چشمِ ظاہر میں وہ اُمیؐ نظر آتے ہیں مگر
طالبِ علم ہے ہر عاقل و دانا اُنؐ کا
رشید ساقی ۶ے

ہر تہذیب کا خیر اثاثہ
ایک اُسی اُمیؐ کا دیا ہے
جلیل عالی ۷ے

ہے حُسنِ ازل روئے نبیؐ میں مرکوز
پھوٹے گی ضیا اور معارف کی ہنوز
بکھریں گے کئی حکمت و عرفان کے رنگ
ہیں اُمیؐ لقب منبع اسرار و رموز
محبوب الٰہی عطا ۸ے

یہ آپؐ کی رحمتوں کے سبب ہوا ہے
ندیم و نعیم جلتے نہیں ہیں اُمیؐ
ناصر ملک ۷۹؎

اگرچہ اُن کو پکارا گیا فی الاُمیین
مگر یُعَلِمُھم کی سند خدا سے ملی
افتخار الحق ارقم ۸۰؎

رحمت للعالمینؐ:

قرآن پاک میں ہے ''وماارسلناک الارحمت للعالمین'' ترجمہ: اور اے محمدؐ ہم نے تم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ ۸۱؎ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ حضورؐ تمام مخلوقات اور تمام جہانوں کے لیے سراپا رحمت ہیں۔ حضورؐ کی ساری زندگی اس صفت کی آئینہ دار ہے کہ آپؐ ساری مخلوقات سے شفقت و محبت سے پیش آتے رہے اور بہ روزِ حشر بھی اس صفتِ رحمت کے باعث تمام مخلوقات کی شفاعت کریں گے۔ حضورؐ کی اس صفت کو تلمیح کی صورت کثرت سے استعمال کیا گیا ہے۔

وہ رحمتِ عالم ہیں تو خلق اُنؐ کا ہے قرآں
ہے کون کہ جس پر نہیں اُنؐ کا کوئی احساں
امین راحت چغتائی ۸۲؎

یہ آپؐ کا صدقہ ہے جو دنیا میں ہے جاری
تہذیب و تمدن کا سفر ، رحمتِ عالم
اعجاز رحمانی ۸۳؎

دونوں عالم میں کہیں یارحمت للعالمینؐ
آپؐ سا کوئی نہیں یارحمت للعالمینؐ
محمد حنیف نازش قادری ۸۴؎

رحمت للعالمیں،سب سے بڑا اثباتِ حق
یوں تو ہر جھونکا ہوا کا ہے نشانِ بے نشاں
توصیف تبسم ۸۵؎

اُنؐ کی رحمت ہمیں سنبھالتی ہے
لغزشوں کا شمار کیا کیجئے
حافظ نور احمد قادری۸۶

آپؐ آئے بن کے سب میں رحمت اللعالمین
اس لیے مشہور ہے خیرالانامی آپؐ کی
دلاور علی آزر۸۷

دستِ رحمت ہے پشت پر میری
اب مرا سامنا کرے کوئی
عرش ہاشمی۸۸

وہ جو رحمت ہیں عالمیں کے لیے
مجھ کو حاصل انھیؐ کی رحمت ہے
شیخ صدیق ظفر۸۹

خاتم النبیینؐ :

خاتم النبیینؐ کی تلمیح قرآن وحدیث دونوں میں بیان ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ’’محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔لیکن اللہ کے رسولؐ اور انبیا کا سلسلہ ختم کرنے والے ہیں‘‘۔۹۰
حضور اکرمؐ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا یعنی نبوت کا سلسلہ مکمل ہوا۔اس تلمیح سے متعلق اشعار دیکھیے۔

اولیت کا شرف بخشا گیا تخلیق میں
عزتِ ختمِ نبوت آپؐ کو بخشی گئی
حفیظ تائب ۹۱

پیش منظر بھی وہی اور پس منظر بھی وہی
جو نبوت میں مؤخر ہے ، وہی ہے اول
توصیف تبسم۹۲

اللہ کا آخری پیمبرؐ
اللہ کی آخری عطا ہے

لاریب کہ لانبی بعدی
ہر ایک زمانہ آپؐ کا ہے
خالدعلیم ۹۳

ہے اور کون ختمِ رسلؐ ، نوراولیں
سب انبیا میں گوہرِ یکتا تمہی تو ہو
فراست رضوی ۹۴

آپؐ پر ختم ہوئی ہے جو رسالت ،اُس کی
بڑی مضبوط ہے اسلام کی تکمیل ، دلیل
نسیم سحر ۹۵

آپ ؐ ختم المرسلیں ہیں آپؐ ختم المرسلیں
رب نے خود فرما دیا ختم ِ نبوت زندہ باد
عزیزالدین خاکی ۹۶

اطاعتِ رسولؐ:

قرآن پاک کی سورہ آل عمران میں ہے "قُلْ اَطِیْعُو االلّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ" ۔ترجمہ : "آپؐ فرمائیے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی" ۔ ۹۷ اردو نعت نگاروں کے ہاں اس آیت کی طرف اشارات وتلمیحات یوں سامنے آتے ہیں ۔

حق تعالیٰ کی اطاعت ہے اطاعت آپؐ کی
گویا عرفانِ الٰہی کا وسیلہ آپؐ ہیں
حفیظ تائب ۹۸

محمدؐ کی اطاعت کررہا ہوں
خریدارِی رحمت کررہا ہوں
مظفر وارثی ۹۹

اپنی طاعت خدا نے فرمایا
اپنے محبوبؐ کی اطاعت کو
راجا رشید محمود ۱۰۰

طاعتِ خیر الوریٰ ہے طاعتِ پروردگار
اتباعِ مصطفیٰ ہے مرضیِ ربِ غفور
منظر عارفی ۱۰۱؎

ہے فقط طاعتِ سرکارؐ خدا کی طاعت
بات یہ مصحفِ ایمان میں لکھی ہوئی ہے
گستاخ بخاری ۱۰۲؎

ہے محمدؐ کی اطاعت تو خدا کی طاعت
کاش آجائے ہمیں اُنؐ کی اطاعت کرنا
محمد رفیق مغل ۱۰۳؎

معراج:

معراجِ رسول اکرمؐ کے واقعہ کو شعرا نے کثرت سے بیان کیا ہے اور اس تلمیح سے نئے معنی اور نئے مفاہیم پیدا کیے ہیں۔ قابَ قوسین، سدرہ، طوبیٰ وغیرہ جیسی تلمیحات واقعہ معراج ہی سے جڑی ہیں حضرت ابن عباسؓ سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت کا ترجمہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وہ (اللہ تعالیٰ) اولاد اور شریک سے پاک ذات ہے جو رسول اکرم ﷺ کو حرم شریف یعنی حضرت ام ہانیؓ کے مکان سے رات کے ابتدائی حصہ میں مسجد اقصیٰ تک لے گیا جو مکہ مکرمہ سے بہت دور اور گویا آسمان کے قریب ہے جس کے گرد ہم نے پانی درختوں اور پھلوں کی برکتیں رکھی تھیں تا کہ ہم محمدؐ کو اپنے عجائبات قدرت دکھا دیں۔ چنانچہ اس رات میں رسول اکرمؐ نے جو کچھ دیکھا وہ سب عجائبات خداوندی میں سے تھا''۔ ۱۰۴؎

واقعہ معراج سے اخذ کی گئی تلمیحات کو شعرا نے غزل اور نظم ہر دو اصناف میں برتا ہے اور اردو نعت نگاروں نے بھی۔

حیران ہے تاریخ کہ طے کیسے کیا تھا
اک رات میں صدیوں کا سفر رحمت عالم
اعجاز رحمانی ۱۰۵؎

سفر میں وقت کی رفتار رہ گئی پیچھے
ورائے عقل و گماں ہیں مسافتیں تیری
انور جمال ۱۰۶

معراجِ پیمبر کا سبق بھول چکے ہیں
مکتب ہیں قدامت کی روایات کے مظہر
ریاض حسین چودھری ۱۰۷

بشاشتیں،شبِ اسریٰ کی حیرتوں میں گندھی
جھلک رہی ہیں رخِ سائرِ مدینہ سے
ریاض مجید ۱۰۸

منزل ہے اُنؐ کی قابَ قوسین
سدرہ اک نقشِ منتہیٰ ہے
خالدعلیم ۱۰۹

پہنچا ہے وہ جو عرش پر جبریل کے بغیر
کیسے گیا ہے راہ سے واقف اگر نہیں
قیصر نجفی ۱۱۰

یہ تو چلتا ہے پتا شہرِ مدینہ جاکر
کیسے انسان کوئی تابہ فلک جاتا ہے
صبیح رحمانی ۱۱۱

چاند تاروں میں کیسی ہلچل ہے
وہؐ ابھی کہکشاں سے گزرے ہیں
بسمل صابری ۱۱۲

ایک صرف انؐ کے علاوہ کس نے
اپنی آنکھوں سے خدا دیکھا ہے
عرش ہاشمی ۱۱۳

اسے سمجھ نہ سکی گردشِ زمان و مکاں
سوار نور ، فلک راستہ ، سفر روشن
کاشف عرفان ۱۱۴

دو کمانوں کا فاصلہ ہے گواہ
کملی والے کا نوری پیکر ہے
حسن عسکری کاظمی ۱۱۵

نشاں ہیں قدموں کے اُس پہ قیصر، کرے گا کیسے
نبیؐ کی رفعت کا اوجِ عرشِ بریں احاطہ
عثمان قیصر ۱۱۶

جلوہ فرما ہیں عرش پر آقا
ساعتِ دہر ہوں ، رکی ہوں میں
شمائلہ صدف عزیزی ۱۱۷

اُس نے براقِ مودت پہ بلا بھیجا ہمیں
ہم غلاموں کو جہاں تیغِ دو دم فاصلہ تھا
توقیر تقی ۱۱۸

گزارا تو نے جو عرشِ بریں پر
کسی کے پاس وہ لمحہ نہیں ہے
انجم نیازی ۱۱۹

ساقی کوثر:

حضور نبی اکرمؐ کے ساقی کوثر ہونے کی تلمیح بھی اردو شاعری میں عام مستعمل ہے۔قرآن پاک میں ہے (''اے محمد) ہم نے تم کو کوثر عطا کیا ہے''۔۱۲۰ مفسرین کے درمیان، اِس کے معنی و مفہوم میں اختلاف ہے۔بعض کے نزدیک اس سے مراد قرآن اور نبوت ہے، بعض کہتے ہیں اس کا مطلب اسلام اور اصحاب کی کثرت ہے۔بعض نے اس کے معنی شفاعت اور خیر کثیر لکھے ہیں اور بعض نے کلمہ، نماز اور معجزات مراد لیے ہیں تاہم اکثریت کی رائے ہے کہ کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے۔علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں:

''سید عالم آسمان دنیا کی سیر کو جبرائیل امیں کے ساتھ روانہ ہوئے، پس ایک نہر ملاحظہ فرمائی جس کی حالت یہ کہ موتی اور زبرجد کے بنے ہوئے محل میں تھی اور اس کی مٹی سے خوشبو آرہی تھی جو کہ مشک کی سی معلوم ہوتی تھی، پس فرمایا جبرائیل یہ نہر کون سی ہے۔ جبرائیل نے جواب دیا کوثر ہے جو آپؐ کے لیے آپؐ کے رب نے تیار کی ہے''۔ ۱۲۱

اردو شعرائے نعت نے اس روایت کو تلمیحی رنگ میں استعمال کیا ہے۔

کیا فکر ہے ، جب تم کو میسر ہیں محمدؐ
اے تشنہ لبو ساقیِ کوثر ہیں محمدؐ
احمد ندیم قاسمی ۱۲۲

وہ تری عطا کے تیور، وہ ہجومِ گردِ کوثر
کہیں شورِ مے کشاں ہے کہیں جام چل رہا ہے
سید نصیر الدین نصیر ۱۲۳

محشر کے دن بھی رکھیں گے یاد غلام اپنے کو
کوثر کے نزدیک ملیں گے مجھے محمدؐ آقاؐ
ریاض مجید ۱۲۴

جان و دل بھی تو نہیں شایانِ شان
کوثر و جنت کے ضامن کے لیے
منظر عارفی ۱۲۵

شان میرے مصطفےٰؐ کی روزِ محشر دیکھنا
ساری امت کو وہ دیں گے جامِ کوثر دیکھنا
عزیز الدین خاکی ۱۲۶

ہم پہ بھی خاص کرم ساقیِ کوثر کا ہوا
حمد اور نعت سے لبریز ہے ساغر اپنا
طاہر سلطانی ۱۲۷

مرحبا کوثر و تسنیم لٹانے والے
آج میخانے کا میخانہ ہے مے خوار کے پاس
ریاض تصور ۱۲۸

ہے باخبر مرے اوقاتِ تشنگی سے یہ دل
بہ فیضِ ساقیِ کوثر پلانے والا ہے
اقبال حسین ۱۲۹

شق القمر:

شق القمر کا واقعہ کفار کے مطالبہ پر پیش آیا تھا۔اس کا ذکر قرآن پاک کی سورہ قمر میں ہے۔ارشاد خداوندی ہے"قیامت قریب آپہنچی اور چاند شق ہوگیا"۔۱۳۰اس آیت کی تفسیر میں ابن عباسؓ لکھتے ہیں"امام ترمذیؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ مکہ والوں نے رسول اکرمؐ سے معجزہ دکھانے کی درخواست کی تو دو مرتبہ مکہ مکرمہ میں چاند شق ہوا"۔۱۳۱چاند کو انگلی کے اشارے سے دولخت کرنا،رسول کریمؐ کا معجزہ ہے اور شعرا نے اس کا ذکر اپنے اشعار میں کیا ہے۔

انگشتِ پیمبر کے تصدق سے رہے گی
تا حشر خنک چاندنی سامانِ قمر میں
ریاض حسین چودھری ۱۳۲

منتظر پھر لفِ صیقل انگشت کا ہے
سال ہا سال سے آئینہ ماہ زنگ آلود
خورشید رضوی ۱۳۳

انگلی کے ایک اشارے سے مہتاب اگر دونیم کیا
پلکوں کی ذراسی لرزش سے رخ موڑ دیے طوفانوں کے
اسلم کولسری ۱۳۴

شق القمر،دوباٹ کی صورت بٹے ہوئے
"دستِ الہٰ العدل"میں میزانِ نعت ہے
حسنین اکبر ۱۳۵

اک اشارے پہ ہو گیا قرباں
جاں نثاری کی یادگار ہے چاند
خورشید ربانی۱۳۶

انبیا علیہ سلام سے متعلق تلمیحات کے علاوہ بھی بہت سی تلمیحات قرآن پاک میں استعمال ہوئی ہیں، جن میں عاد وثمود، اصحاب کہف، کراماً کاتبین، عرش، اعراف، روح الامین، ام الکتاب، عہد الست، یوم حشر اور بہت سی دیگر تلمیحات شامل ہیں۔ ذیل میں ہم ان میں سے ان تلمیحات کا تذکرہ کریں گے جو اردو نعت میں کثرت سے مستعمل ہیں۔

عہد الست:

سورہ الاعراف میں ہے:

ترجمہ۔ ''اور جب تمھارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی ان کی پیٹھوں سے ان کی اولاد نکالی تو ان سے خود ان کے مقابلے میں اقرار کرالیا (یعنی ان سے پوچھا کہ) کیا میں تمھارا پروردگار نہیں ہوں۔ وہ کہنے لگے کیوں نہیں، ہم گواہ ہیں (تو ہمارا پروردگار ہے) (یہ اقرار اس لیے کرایا تھا) کہ قیامت کے دن (کہیں یوں نہ) کہنے لگو کہ ہم کو تو اس کی خبر ہی نہ تھی''۔ ۱۳۷

اس آیت کو عام اصطلاح میں عہد الست اور عہد میثاق بھی کہا جاتا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں قیامت تک پیدا ہونے والی نسل آدم کی ارواح کو آدم علیہ سلام کی پشت سے نکالا اور یہ عہد لیا کہ کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں تو سب نے یہ اقرار کیا کہ تو ہی ہمارا رب ہے۔ اس عہد سے متعلق تلمیحات درج ذیل ہیں۔

مئے خانہ الست کے ساقی ترا کرم
تائب بھی مئے گسار ترے دم قدم سے ہے
حفیظ تائب ۱۳۸

لے کے وعدۂ بلیٰ مجھ سے، مری روح کے بیچ
اپنے محبوب کی توصیف کا جوہر رکھا
بشیر حسین ناظم ۱۳۹

عہدِ میثاق ِ ازل خلق میں دہراتا کون
میرے سرکار ﷺ نہ سمجھاتے تو سمجھاتا کون
افتخار عارف ۱۴۰

سب سے پہلے آپؐ بولے تھے ''بلیٰ'' ارواح میں
گویا پُر رونق ہوئی بزم ِ الستی آپؐ سے
محمد حنیف نازش قادری ۱۴۱

روزِ الست باندھا تھا جو اپنے رب سے عہد
اُس عہد سے بندھا مرا پیمانِ نعت ہے
سلمان گیلانی ۱۴۲

میثاقِ مصطفےٰؐ تھا جو یومِ الست تھا
قالو بلیٰ تو اصل میں پیمانِ نعت ہے
اشرف یوسفی ۱۴۳

عرش:

قرآن پاک میں عرش کا ذکر متعدد بار آیا ہے، سورہ یونس میں ارشاد خداوندی ہے ''بے شک تمھارا رب اللہ تعالیٰ ہے، جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں، پھر متمکن ہوا عرش پر (جیسا کہ اُس کو زیبا ہے) ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے''۔ ۱۴۴

مفسرین نے لکھا ہے کہ عرش اللہ تعالیٰ کا تخت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پہلے پانی پر تخلیق کیا اور پھر اُس پر متمکن ہوا۔ علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے:

> ''حضرت وہب بن منبہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور کرسی عرش سے ملی ہوئی ہے اور پانی کرسی کے نیچے اور ہوا عرش کے اوپر ہے اور فرشتوں نے عرش کو کندھوں کے اوپر اٹھایا ہوا ہے اور عرش کے گرد چار دریا ہیں اور ان دریاؤں میں چار فرشتے کھڑے اللہ سبحان وتعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہے ہیں اور عرش بھی اللہ عزوجل کی تسبیح بیان کرتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ کرسی جو آسمان وزمین کو محیط ہے قدموں کی جگہ ہے اور عرش کی مقدار کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا، سوا اس کے جس نے اسے پیدا فرمایا ہے اور آسمان گنبد کی

مانند ہیں"۔ ۱۴۵ے

اردو شاعری خاص طور پر نعت میں عرش کا ذکر بلند بامی کی تلمیح کے طور کیا جاتا ہے۔

وہ فکر لایئے کہ ہو ہم دوشِ بامِ عرش
وہ لفظ ڈھونڈیئے کہ جو شایانِ نعت ہے
خورشید رضوی ۱۴۶ے

اُس دل کی شان عرشِ معلیٰ سے کم نہیں
جس کے حریمِ شوق میں خلوت گزیں ہیں آپؐ
رشید ساقی ۱۴۷ے

پہلی اذان اسمِ محمدؐ تھی عرش پر
دراصل کعبہ دوسرا ایوانِ نعت ہے
حسنین اکبر ۱۴۸ے

عرشِ حق کا پتا زمانے کو
میرے آقاؐ کے نقشِ پا سے ملا
محبوب الٰہی عطا ۱۴۹ے

کوئی گزرا نہیں اس راستے سے
کسی نے عرش کو دیکھا نہیں ہے؟
انجم نیازی ۱۵۰ے

عاد و ثمود:

قوم ثمود، قوم عاد کی جانشین تھی اور اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے تباہ ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی ہلاکت کے بعد قوم ثمود کو زمین پر آباد کیا۔ یہ لوگ گرمیوں میں نرم زمین اور سردیوں میں پہاڑوں پر مکان بناتے تھے۔ اللہ نے قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ سلام کو نبی بنا کر بھیجا کہ وہ ان کے نسبی بھائی تھے۔ صالح علیہ سلام نے کہا توحید کے قائل ہو جاؤ اور اللہ پر تمھیں ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں، اس کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں۔ تمھارے پروردگار کی طرف سے میرے رسول ہونے پر یہ اونٹنی ایک واضح دلیل ہے۔ اس اونٹنی کو چھوڑ دو کہ یہ چرتی رہے اور اس کے پیر مت کاٹنا اگر ایسا کیا تو تمھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مگر منکرین نے صالح علیہ سلام کی رسالت کا انکار کر دیا اور اونٹنی کو بھی

مار ڈالا ۔''اللہ نے اس قوم کو زلزلہ کے عذاب اور فرشتہ کی چیخ کے ذریعے پکڑا اور وہ شہروں میں مردہ پائے گئے''۔[151]

بیٹھا ہوا ہوں رحمتِ عالم کی اوٹ میں
پیشِ نظر ہے واقعہ عاد و ثمود کا
شہزاد مجددی [152]

رحمت اللعالمیں کے دور میں ہوتے اگر
اس طرح برباد ہو جاتے بھلا عاد و ثمود
منظر عارفی [153]

روح الامیں:

روح الامیں اللہ تعالیٰ کے ایک مقرب فرشتے حضرت جبریلؑ کا لقب ہے۔ان کا ذکر قرآن میں کئی جگہ آیا ہے،انھیں روح القدس اور روح اعظم بھی کہا جاتا ہے۔حضرت جبریلؑ ہی حضور اکرمؐ اور دیگر انبیا کرامؑ کے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام وحی کی صورت میں لاتے رہے۔معراج کے موقع پر حضورؐ کے لیے براق لے کر آئے تھے۔طائر سدرہ کی تلمیح بھی ان کے لیے مستعمل ہے۔

ان کے مطلب سے رہے ناآشنا روح الامیں
رب سے جبرائیل جتنے لائے اسرار ورموز
راجا رشید محمود [154]

ناعتِ سید لولاک جو پُل سے گزرا
پُل پہ جبریل نے کس شوق سے شہپر رکھا
بشیر حسین ناظم [155]

قدسیوں کی بزم میں کہتے تھے جبریلِ امیں
حد نہیں ہے احمدِ مختارؐ کی رفتار کی
محمد حنیف نازش قادری [156]

شبِ معراج سفر آپؐ کا جس سمت میں تھا
اس کی سچائی کی ہیں حضرتِ جبریلؑ ،دلیل
نسیم سحر [157]

جبریلؑ در پہ اذن کی خاطر رکے رہے
رکنا دلیل ہے ، انھیں عرفانِ نعت ہے
رخشندہ نوید۱۵۸

خواب میں بھی تری مدحت کے مضامیں باندھے
جیسے جبریل کا پَر میں نے سرہانے رکھا
جنید نسیم سیٹھی۱۵۹

اُم الکتاب:

قرآن پاک کی پہلی سورہ، جسے سورہ فاتحہ کہا جاتا ہے،اسے اُم القرآن اور اُم الکتاب بھی کہتے ہیں۔مفسرین نے اس کے مزید کئی نام بتائے ہیں جن میں الحمد،شفا،کنز،،نور،وافیہ،کافیہ اور دیگر شامل ہیں۔اُم الکتاب کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے:

> ''اُم کے معنی ہیں اصل کے اور یہ سورہ سارے قرآن پاک کی اصل ہے،اس لیے جس قدر مضامین سارے قرآن شریف میں تفصیل وار بیان ہوئے ہیں وہ سب اجمالاً آگئے ہیں۔اس کو قرآن پاک سے وہی نسبت ہے جو بیج کو درخت سے ہوتی ہے کیوں کہ درخت یعنی پتے،شاخیں،پھل،پھول وغیرہ ہوتا ہے۔اسے ام الکتاب اس لیے کہتے ہیں کہ ساری آسمانی کتابوں کے تقریباً سارے مضامیں اس میں آگئے ہیں،کیوں کہ عقائد واعمال وغیرہ سب اس میں موجود ہیں،نیز خدا کی ذات و صفات،اس کی معبودیت،اس کی بے نیازی،بندے کی عبدیت،نیازمندی وغیرہ تمام اس میں موجود ہیں''۔۱۶۰

سورہ فاتحہ ہی وہ سورہ ہے جو مکمل حالت میں سرکارؐ پر نازل ہوئی۔فاتحہ کی وجہ تسمیہ اس کا اولین سورہ ہونا ہے یعنی افتتاح کرنے والی۔مفسرین نے اس سورہ کے بہت فضائل بیان کیے ہیں۔اردو نعت میں بھی اس سورہ کو ام الکتاب کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

رہتے ہیں بندگی کے فرائض شعور میں
حاصل ہمیں ہدایتِ ام الکتاب ہے
رشید ساقی۱۶۱

پڑھ کے ام الکتاب کو سمجھو
میرے آقا کا مرتبا کیا ہے
امان خان دل ۱۶۲

ام الکتاب دیکھ یہی کانِ نعت ہے
آیت ہے کوئی دُر کوئی مرجانِ نعت ہے
رفیق راز ۱۶۳

ب۔اسلامی اصطلاحات:

اصطلاحات مختلف علوم وفنون کا ایک اہم حصہ ہوتی ہیں، جن کے ذریعے متعدد نکات کے ابلاغ کا کام لیا جاتا ہے۔قرآن وحدیث میں ایسی بہت سی اصطلاحات موجود ہیں جو معانی ومفہوم کے اعتبار سے جامع ہیں۔یہ اصطلاحات ایسے الفاظ پر مبنی ہوتی ہیں جو اپنے لغوی معانی میں بھی کامل ہوتے ہیں۔

اردو زبان پر، چوں کہ عربی وفارسی کے اثرات زیادہ ہیں، اس لیے اصطلاحات کے ضمن میں بھی اس میں اکثر عربی وفارسی الفاظ، محاورات، اصطلاحات، ضرب الامثال، تشبیہات واستعارات شامل ہیں۔ قرآن وحدیث سے متعلق اصطلاحات بھی اردو ادب کا حصہ ہیں۔قرآن وحدیث اور تاریخ اسلام سے ماخوذ اصطلاحات میں اصحاب النار، اعراف، روح الامیں، شریعت، شعائر اللہ، صراط مستقیم، نماز، سجدہ، روزہ، مسجد، دعوت، نامہ اعمال، یوم حساب، شہید، احسان، نعت وغیرہ شامل ہیں۔

احسان:

احسان کے لغوی معنی کسی کام کو اچھے طریقے سے انجام دینا ہے۔نور اللغات میں ہے ''کسی کے ساتھ نیکی کرنا، اچھا سلوک، بھلائی''۔ ۱۶۴ قرآن پاک میں جب اس لفظ کے استعمال کو دیکھتے ہیں تو ہمیں اس کے دو معنی نظر آتے ہیں ایک، دوسروں سے بھلائی کرنا اور دوسرا کسی اچھی بات کا معلوم ہونا یا کوئی نیک کام کرنا۔قرآن میں یہ لفظ نیکی اور بھلائی کے کام کرنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ارشاد خداوندی ہے ''ہَل جزَ آءُ الاِحسَانِ اِلَّا الاِحسَانُ'' (نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کیا ہے)۔ ۱۶۵
شعرا نے احسان کو انھی معنوں میں استعمال کیا ہے۔

اُنؐ کی ہستی ہے زمانے پہ خدا کا احسان
کرم اللہ کا ، دنیا پہ ہے سایہ اُنؐ کا
رشید ساقی ۱۶۶

کوئی بھی زمانہ ہو وہ خُلق کا پیمانہ
اللہ کا بندوں پر کتنا بڑا احسان ہے
جلیل عالی۱۶۷

احسان یہ بھی ہم پہ ہمارے نبی کا ہے
دکھلایا ہم کو راستہ جو راستی کا ہے
نسیم سحر۱۶۸

میں کیسے بھول سکتی ہوں اس احسانِ مبارک کو
کہ بیٹی سے محبت کی روایت آپؐ ہی سے ہے
نورین طلعت عروبہ۱۶۹

رحمت خدا کی میری محافظ اک ایک پل
کس درجہ میرے حال پہ احسانِ نعت ہے
احمد محمود الزماں۱۷۰

شہرِ نبی کے ذکر کا فیضان دیکھیے
طیبہ بلا لیا ہے یہ احسان دیکھیے
محمد احمد زاہد۱۷۱

ایمان:

ایمان، امن سے حاصل مصدر ہے جس کے معنی تصدیق کرنے کے لیے جاتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ خبر دینے والے کی بات کو درست تسلیم کیا جائے اور اسے سچا قرار دیا جائے۔قرآنی اصطلاح کے طور پر اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کی وحدانیت اور حضورؐ کی ختم نبوت کو تسلیم کیا جائے۔اللہ اور اس کے رسول کریمؐ کے احکامات کو مانا جائے اور ان پر صدقِ دل سے عمل کیا جائے۔قرآن پاک میں متعدد جگہوں پر یہ لفظ آیا ہے اور اس لفظ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی خوبیاں بیان کی ہیں جنھوں نے اللہ اور رسول اکرمؐ کی تعلیمات کو دل سے قبول کیا ہے اور ان پر عمل پیرا بھی رہے ہیں۔ارشاد خداوندی ہے ''اے پیغمبر جو لوگ اس کتاب پر ایمان لے آئیں اور اپنے عمل کو (اس کے مطابق) درست کر لیں، انھیں خوش خبری دے دیں کہ ان کے لیے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی''۔۱۷۲

امام بخاری نے ایمان کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اکثر محققین اور امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے اور اقرار اسلامی احکام کے اجرا کے لیے شرط ہے اور نیک اعمال کا کرنا درجات میں بلندی کا سبب ہے۔معتزلہ ،خوارج ،ائمہ ثلاثہ اور محدثین کا مذہب یہ ہے کہ تصدیق ،اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ایمان ہے''۔ ۱۷۳

اردو زبان میں اس لفظ سے کئی محاورات وجود میں آئے ہیں جن کا استعمال عام بول چال کے علاوہ شاعری میں بھی عام ہے لیکن یہ لفظ جہاں بھی استعمال ہوا ہے،اس کے معنی وہی لیے گئے ہیں جو قرآن میں مذکور رہیں۔اردو غزل کی طرح ،ایمان کی اصطلاح نعت میں بھی مستعمل ہے۔

کوئی مومن ہی نہیں ان کی محبت کے بغیر
ہر دلِ تیرہ میں ایماں کا اجالا آپؐ ہیں
حفیظ تائب ۱۷۴

خیر کی جس نے دنیا بھر میں خوشبو پھیلائی
سوچو وہ ایمانی جذبہ کیوں نایاب ہوا
عزیز احسن ۱۷۵

یہ ہے ایماں کہ ہیں بعد از خدا خیر البشر افضل
خدا جانے مقامِ مصطفیٰ ہے کس قدر افضل
شہزاد مجددی ۱۷۶

وہی ایمان میں کامل ہے جس کو
محبت آپؐ کی دے دی گئی ہے
منظر عارفی ۱۷۷

حضورؐ نے حدِ ایمان و کفر واضح کی
شعورِ خاصیتِ نور و نار آپؐ سے ہے
رشید ساقی ۱۷۸

ہیں آمنہؓ کے لالؐ ہی مقصودِ کائنات
ایمان کی تو یہ ہے کہ ایمان آگئے
عبدالمجید چٹھہ ۱۷۹

ہو در پہ انھی کے مرے ایمان کی تکمیل
قربانِ دل و جان بہ سرکارِ محمدؐ
سمعیہ ناز۱۸۰

نعت:

نعت کے لغوی اور اصطلاحی معنی کی بحث کی بجائے یہاں صرف یہی بتانا کافی ہوگا کہ نعت کا لفظ اردو شاعری میں حضورؐ کی مدح سرائی کے لیے مخصوص ہے۔ایسی نظم جس میں سرکار دو عالمؐ کے اوصاف، کردار، اخلاق، اقوال و اعمال اور سیرت کا ذکر ہو وہ نعت ہے۔اس اصطلاح کے حوالے سے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

سیرتِ اطہر پہ جب ڈالی نظر
بھر گیا پھولوں سے داماں نعت کا
حفیظ تائب۱۸۱

نعتِ رسولؐ سے ہوا ،عطر فشاں نفس نفس
قربتِ گُل سے مشک بو ، جیسے ہو صبح کی ہوا
توصیف تبسم۱۸۲

منزلِ نعت پہ پہنچا میں غزل کے رستے
اس کو خوش حادثہ رہ گزری کہتے ہیں
ریاض مجید۱۸۳

مضموں نکالنا ہیں ستاروں کو جوڑ کر
پھیلا ہوا فلک پہ ، یہ سامانِ نعت ہے
خورشید رضوی۱۸۴

فلکِ نعت پہ چمکے کبھی سورج بن کر
یا نبیؐ مجھ سے بھی آشفتہ نوا کا چہرہ
قیصر نجفی۱۸۵

خیالوں میں فروزاں ہو گیا مکہ دعا کا
مگر خوابوں میں جلوہ گر مدینہ نعت کا ہے
آصف ثاقب۱۸۶؂

میں غزل سے دور آیا جب سے یہ شعور آیا
نعتِ مصطفےٰ لکھنا آبرو قلم کی ہے
صبیح رحمانی۱۸۷؂

یہ نعت کا اعجاز ہے لکھتے ہیں تو خود ہی
بنتی ہے کوئی بات عبارت سے زیادہ
جلیل عالی۱۸۸؂

جو لفظ لکھوں بلیغ بھی ہو ، فصیح ہو
میں پھول کو گلستان کرلوں تو نعت لکھوں
نسیم سحر۱۸۹؂

نعت کہنے کے ارادے سے محمدؐ لکھا
خود بہ خود آئی ہے دل سے یہ صدا ، نعت ہوئی
عزیزالدین خاکی۱۹۰؂

ہر لفظ مجھ کو بابِ بہشتِ خیال ہے
امکان کیسے کیسے دکھاتی ہے ان کی نعت
سرورحسین نقشبندی۱۹۱؂

جن کو سرکارؐ کی جانب سے اجازت نہ ملی
لکھ نہ پائے وہ کبھی نعت ، ہنر ہوتے ہوئے
سہیل احمد صمیم۱۹۲؂

یہ روشنائی تو بس پرتوِ عطا ہے شہاب
وہ آپؐ کرتا ہے پیدا سبیلِ نعتِ عظیم
شہاب صفدر۱۹۳؂

پوچھا جو میں نے کیا ہے فلک،تو ملا جواب
اے بے خبر یہ گنبدِ ایوانِ نعت ہے
ارشدمحمود ارشد ۱۹۴

رواں رہے گی ہمیشہ یہ موجِ سیرتِ حق
کھلا رہے گا زمانوں پہ اب یونہی درِ نعت
دلاورعلی آزر ۱۹۵

خاور! نظر اٹھا بڑا سامانِ نعت ہے
ہر شعبہ حیات میں امکانِ نعت ہے
ابوالحسن خاور ۱۹۶

مضموں کی دیکھ بھال میں کوئی کسر نہ ہو
اے لفظ! احتیاط یہ مہمانِ نعت ہے
سعیدشارق ۱۹۷

گنبدخضریٰ:

اخضر عربی میں سبز رنگ کو کہتے ہیں،چوں کہ سرکار دوعالمؐ کے روضۂ اطہر کا گنبد سبز ہے،اسی لیے اسے گنبدخضریٰ کہا جاتا ہے۔روضۂ رسول اکرمؐ کا یہ گنبد ۶۷۸ھ میں تعمیر کیا گیا تھا جس میں لکڑی استعمال کی گئی تھی تاہم بعدازاں تعمیرنو کے وقت اسے اینٹوں سے بنایا گیا۔شعرا نے جہاں بھی یہ ترکیب استعمال کی ہے،اس سے مراد روضۂ مبارک ہے۔امام بخاری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے،تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا،جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والدین اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں‘‘۔ ۱۹۸

چوں کہ محبت ِرسولؐ ایمان کا حصہ ہے،اس لیے مومن حضورؐ سے وابستہ ہر شے سے محبت کرتا ہے،سبز گنبد کی تلمیح اسی محبت کی عکاس ہے۔

تصویر بڑی گنبد خضریٰ کی چھپی ہے
سو آنکھیں سبھی آج کے اخبار میں گم ہیں
ریاض حسین چودھری ۱۹۹

طوافِ گنبدِ خضریٰ ہے سیرِ ہشت بہشت
یہ بھید پوچھ کسی طائرِ مدینہ سے
ریاض مجید۲۰۰

زیست میں ایسا کوئی لمحہ نہ ہو
جب نظر میں گنبدِ خضریٰ نہ ہو
مسرور کیفی۲۰۱

سبزہ و گل میں تغیر تو ہے عینِ فطرت
ایک گل ہے جو نہیں وقفِ خزاں ،گنبدِ سبز
مقصود علی شاہ۲۰۲

جانتا ہے ،کون ہے موجود اس چھتری تلے
اس لیے رہتا ہے اتنا سبز گنبد مطمئن!
نسیم سحر۲۰۳

یوں صبح و شام آئیں فرشتے کہ جیسے ہو
عرشِ علیٰ سے گنبدِ خضریٰ ملا ہوا
حافظ نور احمد قادری۲۰۴

جیسے اس کو گنبدِ خضریٰ کا سایہ مل گیا
دن ڈھلے لگتا ہے یوں خورشیدِ خاور مطمئن
شہاب صفدر۲۰۵

گنبدِ سبز میں تقریبِ مناجات سے قبل
طائرِ شوق کو صد رشکِ ارم فاصلہ تھا
توقیر تقی۲۰۶

خیالوں میں ہے روشن سبز گنبد
میں گھر بیٹھے زیارت کر رہا ہوں
علی رضا۲۰۷

اُس گنبدِ خضریٰ کو تصور میں جما کر
میں اور دلِ بیتاب دھڑکتے رہے تادیر
سرور حسین نقشبندی ۲۰۸

تمام دیکھنے والوں پہ لے گئے سبقت
یہ سبز گنبد و محراب دیکھتے ہوئے لوگ
دلاور علی آزر ۲۰۹

ہر نخل میں ہے گنبدِ خضریٰ کی سبزگی
جس سمت دیکھتا ہوں گلستانِ نعت ہے
ابوالحسن خاور ۲۱۰

ہجرت:

ہجرت سے مراد ایک ملک سے دوسرے ملک رہائش کی غرض سے چلے جانا ہے۔قرآن پاک میں ہے:

''جولوگ اپنی جانوں پہ ظلم کرتے ہیں، جب فرشتے ان کی جان قبض کرنے لگتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے۔وہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں عاجز و ناتواں تھے۔فرشتے کہتے ہیں کیا خدا کا ملک فراخ نہیں تھا کہ تم ہجرت کر جاتے''۔ ۲۱۱

قرآن پاک کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ جہاں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اکرمؐ کی اطاعت میں مشکلات حائل ہوں، اس علاقہ کو چھوڑ دینا، ہجرت کہلاتا ہے۔اردو شاعری بالخصوص نعت میں جہاں بھی ہجرت کا ذکر آیا ہے وہاں سرکار علیہ سلام کی مکہ سے مدینہ ہجرت مراد لی جاتی ہے۔دوسرے لفظوں میں شعرا نے حضورؐ کی ہجرت اور اس سے متعلق حالات و واقعات کو بھی اشعار میں بیان کیا ہے۔

نوعِ انساں کی تاریخ کا روشن آغاز
ارضِ مکہ سے ترا سوئے مدینہ جانا
احمد ندیم قاسمی ۲۱۲

مجھے کعبہ بہت پیارا ہے لیکن
نبیؐ کے ساتھ ہجرت کر رہا ہوں
مظفر وارثی ۲۱۳

وقتِ ہجرت جو فضا میں آپؐ کے سر پر رہا
کاش مل جاتا کہیں وہ ابر کا ٹکڑا مجھے
ریاض حسین چودھری ۲۱۴
دراصل ہوئی اُس دن تعمیر مدینے کی
ہجرت نے سنواری جب تقدیر مدینے کی
نسیم سحر ۲۱۵
وہ جو حالات کٹھن ہجرت و میثاق کے تھے
تھا پتا آپؐ کو حالات کے اندر کیا ہے
محمد امین ساجد سعیدی ۲۱۶
عہدِ سرکار ملا ہوتا اگر قسمت سے
حکمِ سرکارؐ پہ ہم لوگ بھی ہجرت کرتے
شمائلہ صدف عزیزی ۲۱۷

محشر:

محشر سے مراد قیامت کا دن ہے، جب مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر دنیاوی زندگی کے اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔قرآن وحدیث میں اس حوالے سے تفصیلات موجود ہیں ۔ارشاد اللہ تبارک وتعالیٰ ہے: ’’اور ہم رکھ دیں گے صحیح تولنے والے ترازو قیامت کے دن پس ظلم نہ کیا جائے گا کسی پر ذرہ بھر اور اگر (کسی کا کوئی عمل) رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے بھی لا کر رکھ دیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے‘‘۔ ۲۱۸

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

’’اعمال کا تولنا اس دن برحق ہے۔پس جن کے بھاری ہوئے ترازو تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں اور جن کے ہلکے ہوئے ترازو تو یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے نقصان پہنچایا اپنے آپ کو بوجہ اس کے کہ ہماری آیتوں کے ساتھ بے انصافی کیا کرتے تھے‘‘۔ ۲۱۹

روزِ محشر کوئی صورت کہ انھیں دیکھ سکیں
آنکھ اٹھتی ہی نہیں ، بارِ ندامت ہے بہت
توصیف تبسم ۲۲۰

حشر میں اس کی پذیرائی ہوئی جس نے بھی
جز ترے اور کوئی نام نہ ازبر رکھا
بشیرحسین ناظم۲۲۱

دور ذہنوں سے کیا آپؐ نے سرکارؐ ! ابہام
حشر تک کے لیے قرآن سی نعمت دے دی
اعجازنعمانی۲۲۲

محشر میں کام آئے گا بخشش کے واسطے
لفظوں کی جھولیوں میں جو سامانِ نعت ہے
اسلم فیضی۲۲۳

دیکھوں گا انھیں بروزِ محشر
یہ سوچ کر جو خوشی ہوئی ہے
ماجدخلیل۲۲۴

رہے گی چھاؤں میسر سبھی کو حشر تلک
عنایتوں کا اک ایسا شجر لگایا گیا
حمیراراحت۲۲۵

روزِ محشر بھی عنایت کی نظر ہو جیسے
عمر بھر سایہء دامانِ کرم میں رکھا
نورین طلعت عروبہ۲۲۶

حشر تک اس کی چمک ماند نہیں پڑ سکتی
ورقِ دل پہ اگر نعت لکھی جاتی ہے
دلاورعلی آزر۲۲۷

محشر میں دیکھیے گا جب شمس زرد ہوگا
بدحال اور پریشاں ہر ایک فرد ہوگا
اُس وقت مصطفیؐ کو امت کا درد ہو گا

''اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفیٰؐ نے دریا بہا دیے ہیں''
محمد امین ساجد سعیدی۲۲۸؎

حرم:

حرمت اور عزت کی جگہ کو حرم کہا جاتا ہے۔مکہ اور مدینہ حرمیں شریفین ہیں کہ مکہ میں اللہ کا گھر یعنی خانہ کعبہ(مسجد الحرام)اور مدینہ میں سرکارِ دوعالمؐ کا روضہ مبارک(مسجد نبوی)ہے۔علاوہ ازیں مسجد اقصیٰ بھی حرم میں شامل ہے۔اردو نعت میں حرم کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے تو اس سے مراد خانہ کعبہ اور روضہ رسول کریمؐ ہوتا ہے،جو تلمیح کے طور پر مستعمل ہوتے ہیں۔

دیکھ کر حیرت میں ہوں اے طائرِ بامِ حرم
ایک پر ہے روشنی کا ، ایک پر خوشبو کا ہے
توصیف تبسم۲۲۹؎

حرم میں ہے ریاض اللہ اکبر!کیا مقدر ہے
کرم کا سوچ کر آنکھوں میں آنسو آئے جاتے ہیں
ریاض مجید۲۳۰؎

درِ رسولؐ پہ وہ بھی لٹادیے میں نے
بچا رکھے تھے جو سجدے عطا حرم کے لیے
محبوب الٰہی عطا۲۳۱؎

میں آ تو گیا حرم سے واپس
پر کیا مری واپسی ہوئی ہے
ماجد خلیل۲۳۲؎

جستجو تھی جنھیں روشنی کی ،انھیں
کر گئی جلوہ گاہِ حرم مطمئن
حافظ نور احمد قادری۲۳۳؎

کفر:

کفر کا مطلب انکار کرنا، چھپانا اور مٹانا ہے ۔اسلامی اصطلاح کے طور پر اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے خالق کائنات ہونے اور رسول کریمؐ کی نبوت کا انکار کرنا ہے ۔اس کے مقابل اسلام میں ایمان کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے ۔قرآن میں متعدد جگہوں پر کفار کا ذکر ہے ۔سورہ یونس میں ہے ''اے اللہ ہمیں اپنی رحمت سے کفار کے ظلم وستم سے نجات دلا'' ۔ ۲۳۴؎

اردو نعت میں اس اصطلاح سے کئی مضمون پیدا کیے گئے ہیں ۔تلمیح کا یہ رنگ بھی دیکھیے ۔

دیارِ کفر میں سرکارؐ نے کیے روشن
کہ جس طرح کسی تالاب میں کنول کے چراغ
اعجاز رحمانی ۲۳۵؎

آباد محمدؐ کے قدم سے رہے دائم
گو لاکھ کرے کفر کسی ملک کو تاراج
علیم ناصری ۲۳۶؎

کفر کی تیرہ راہ گزر میں، شرک کی کالی راتوں میں
اک شمعِ توحید جلا دی کالی کملی والے نے
فراست رضوی ۲۳۷؎

شمس موڑا ہے کبھی توڑ کے جوڑا ہے قمر
کفر حیراں کہ اشارات کے اندر کیا ہے
محمد امین ساجد سعیدی ۲۳۸؎

حق کی آواز پہ لبیک کہا امت نے
اور یوں کفر کا انکار مدینے سے ہوا
دلاور علی آزر ۲۳۹؎

ج ۔احادیث سے ماخوذ تلمیحات:

حضورﷺ کے اقوال اور افعال و اعمال کو احادیث کہا جاتا ہے ۔نبی کریمؐ کا طریقہ اور سلیقہ زندگی، اسوۂ رسولؐ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اس کی تحریری صورت حدیث کے نام سے معروف

ہے ۔عہد نبوی میں وقوع پذیر سارے واقعات و معاملات جن کا تعلق رسول اکرمؐ سے رہا، وہ واقعات جو آپؐ کو پیش آئے یا جن کی اطلاع حضورؐ نے دی، وہ سب حدیث کے زمرے میں آتے ہیں ۔ان احادیث کی جمع آوری کا کام اصحاب رسولؐ نے انجام دیا اور یہ ذخیرہ محفوظ طور پر، کتب حدیث کی صورت گزشتہ چودہ صدیوں سے نسل در نسل منتقل ہوتا آرہا ہے ۔

حضورؐ کے زمانے میں احادیث کی حفاظت کے لیے یاد کرنے، لکھ لینے اور کتابت کر لینے جیسے اقدامات کیے جاتے تھے ۔حدیث کی کتابت کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابن عِباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کے نام ملتے ہیں ۔حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت انسؓ، حضرت ابوسعید خذریؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس کتابت شدہ نسخے موجود تھے ۔

تیسری صدی ہجری کے بعد آئمہ کرام نے تحفظ حدیث کے لیے باقاعدہ علوم متعارف کرائے تاکہ ان کی صداقت میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے ۔ان علوم میں فن اسماالرجال، جرح و تعدیل، علم اصول حدیث، علم الاسناد اور علم الانساب شامل ہیں ۔حدیث کی معروف کتب چھ ہیں جنھیں صحاح ستہ بھی کہا جاتا ہے ۔ان میں البخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی اور نسائی شامل ہیں ۔یہی وہ سرمایہ ہے جس میں سے اسلامی تلمیحات اخذ کی گئیں اور شعرا نے ان کو استعمال کیا۔احادیث سے ماخوذ تلمیحات درج ذیل ہیں ۔

تخلیق اول:

کتب احادیث میں درج ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولین تخلیق سرکار دو عالمؐ ہیں ۔وہ سب نبیوں سے پہلے نبی بنائے گئے لیکن ان کی بعثت سب سے آخر میں ہوئی ۔ابونعیم نے دلائل نبوت میں قرآن پاک کی ایک آیت کے حوالے سے ایک حدیث درج کی ہے ''اور ہم نے انبیا سے وعدہ لیا اور آپؐ سے اور نوح سے''، اس آیت کے حوالے سے ابونعیم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریمؐ نے اس آیت واخذنا من النبیین الخ کے متعلق فرمایا 'کنت اول النبیین فی الخلق و آخرہم فی البعثت' ۔میں پیدا کیے جانے میں سب انبیا سے پہلے ہوں اور بعثت میں سب کے بعد'' ۔۲۴۰

حضورؐ کے تخلیق اول ہونے سے متعلق مولانا علی تھانوی نے حضرت جابرؓ سے ایک طویل حدیث

کا اقتباس نقل کیا ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ:

''میں نے بارگاہِ رسالت مآبؐ میں عرض کیا: یارسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربانؐ مجھے بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس شے کو پیدا کیا؟ حضور اکرمؐ نے فرمایا: اے جابرؓ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (نہ بہ ایں معنی کہ نورِ الٰہی اس کا مادہ تھا بل کہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت ِالٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا اور نہ بہشت تھی نہ دوزخ تھا اور نہ فرشتہ تھا، آسمان تھا اور نہ زمین اور نہ سورج تھا نہ چاند تھا اور نہ جن تھا اور نہ انسان تھا''۔ ۲۴۱

ان روایات کی روشنی میں اردو نعت کا تلمیحاتی رنگ ملاحظہ ہو:

اولیں تخلیق ہیں رب کی نبی ہیں آخری
راہ اُن کا دیکھتی پائی گئی پیغمبری

راجا رشید محمود ۲۴۲

تخلیق کرنا چاہی جب اُس نے یہ کائنات
کی ابتدا خدا نے محمدؐ کے نام سے

محمد حنیف نازش قادری ۲۴۳

سب سے پہلے رونمائی نورِ احمد کی ہوئی
خَلق کا آغاز اس معجز نمائی سے ہوا

حافظ نور احمد قادری ۲۴۴

اپنا تو اس حدیث پہ قائم شعور ہے
جو سب سے پہلے خلق ہوا، اُنؐ کا نور ہے

دلاور علی آزر ۲۴۵

دلوں پہ ثبت ہے وہ ہر ثبات سے پہلے
وہی جو خلق ہوا کائنات سے پہلے

طاہر شیرازی ۲۴۶

شفیع المذنبین:

شفاعت سے مراد عذاب جہنم سے نجات، گناہوں کی بخشش اور جنت کا حصول ہے۔قیامت کے دن شفاعت کے حوالے سے کتب حدیث میں کئی روایتیں موجود ہیں۔قرآن پاک میں ہے"یقیناً آپؐ کا رب آپؐ کو مقام محمود پر فائز کرے گا"۔اس آیت کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں کہ مقام محمود سے مراد شفاعت کا مقام ہے۔حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے:

> "قیامت کے روز لوگ گروہ در گروہ اپنے اپنے نبی کے پیچھے چلیں گے اور عرض کریں گے اے فلاں ہماری شفاعت فرمایئے، اے فلاں ہماری شفاعت فرمایئے حتیٰ کہ طلبِ شفاعت کا سلسلہ حضور نبی اکرم پر آ کر ختم ہوگا۔یہی وہ دن ہوگا جب اللہ تعالیٰ آپؐ کو مقامِ محمود پر فائز کرے گا"۔ ۲۴۷

علاوہ ازیں بھی کئی احادیث ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مقام محمود ہی مقام شفاعت ہے۔شفاعت کے باب میں کتبِ حدیث وکتبِ سیر میں حضورؐ کا یہ ارشاد مبارک بھی موجود ہے۔حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ ارشاد نے فرمایا:

> "مجھے اختیار ملا ہے کہ یا شفاعت کو اختیار کروں یا میری آدھی امت کو جنت ملے اور آدھی دوزخ میں جائے تو میں نے شفاعت کو اپنایا کیوں کہ وہ تو عام ہوگی، کافی ہوگی اور تم سمجھتے ہو کہ میری شفاعت پرہیزگاروں کے لیے ہوگی، نہیں وہ ان سب کے لیے ہے جو گناہ گار، خطا کار اور قصوروار ہوں گے"۔ ۲۴۸

اردو شاعری بالخصوص نعت میں شفاعت کا ذکر ہر شاعر کے ہاں ملتا ہے۔

منحصر عصیاں شعاروں کی ہے جس پر مغفرت
ایسی توفیق شفاعت آپؐ کو بخشی گئی

حفیظ تائب ۲۴۹

پابند ہوں میں شافعِ محشر کی رضا کا
مجھ کو تو کوئی خوف نہیں روزِ جزا کا

احمد ندیم قاسمی ۲۵۰

محشر میں نصیر آئے ہیں وہ بہرِ شفاعت
ممکن نہیں اب ابرِ عطا کھل کے نہ برسے
نصیرالدین نصیر۲۵۱؎

سایہ فگن ہے سر پہ شفاعت رسولؐ کی
توصیف ، غم نہیں مجھے روزِ حساب کا
توصیف تبسم۲۵۲؎

جو اٹھتے بیٹھتے تجھ پر درود ِ پاک ہیں پڑھتے
تری شفاعتیں ،تیری عطائیں ان کے لیے ہیں
ریاض مجید۲۵۳؎

مجھ کو شفاعتوں کی ردا نے چھپا لیا
دنیا بدل گئی سرِ محشر کھڑے کھڑے
ریاض حسین چودھری۲۵۴؎

اُس شخص پہ کیوں گرمی ِ محشر کا اثر ہو
بخشیں جنھیں وہ سایۂ دیوارِ شفاعت
محمد حنیف نازش قادری۲۵۵؎

پختہ رکھنا نبی سے الفت کو
آئیں گے وہ تری شفاعت کو
راجارشید محمود۲۵۶؎

سب طلب گار حرفِ شفاعت کے ہیں،اُن کی رحمت کے ہیں
چہرے چہرے پہ ہے اک سوالِ کرم ہیں مواجہ پہ ہم
صبیح رحمانی۲۵۷؎

ہم کو اللہ نے بنایا ہے غلامِ شہ ِ دیں
ڈر ہو کیوں حشر کا ، ہے شافعِ محشر اپنا
طاہر سلطانی۲۵۸؎

چھپ چھپ کے پھر رہا تھا سرِ حشر اور اب
وہ سامنے ہیں اور شفاعت کی دھوم ہے
مقصود علی شاہ ۲۵۹

بروزِ حشر شفاعت کریں گے چن چن کر
ہر اک غلام کا چہرہ حضور جانتے ہیں
سرور حسین نقش بندی ۲۶۰

غار حرا:

غار حرا، سعودی عرب کے شہر مکہ مکرمہ کے ایک پہاڑ جبل نور میں واقع ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں حضور علیہ سلام عبادت کیا کرتے تھے اور جہاں ان پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے اپنے پیغمبروں کو دین کی تعلیمات عنایت فرمائیں اور دیگر معاملات میں بھی رہنمائی کا سلسلہ اسی وحی کے ذریعے قائم رہا۔ حضورؐ جب چالیس سال کے ہوئے تو چند دن کی خوراک ساتھ لے کر جبل نور پر واقع اس غار میں بیٹھ کر غور وفکر اور عبادت میں مشغول رہنے لگے۔ قرآن پاک میں ہے کہ ''اے رسول معظم، بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی نازل فرمائی جیسے کہ ہم نے نوح اور ان کے بعد دوسرے انبیا پر وحی کی تھی''۔ ۲۶۱ حضورؐ پر پہلی وحی کے حوالے سے کتب حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے :

> ''رسول اللہؐ کو نبوت سے پہلے سچے خواب دکھائے جاتے تھے۔ چنانچہ اس دور میں آپؐ جو خواب بھی دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح بیداری میں نمودار ہو جاتا۔ پھر آپؐ کو تنہائی بھلی لگنے لگی۔ چنانچہ آپؐ غار حرا میں تنہا تشریف لے جاتے اور آپؐ وہاں (تحنث) عبادت کرتے۔ آپؐ وہاں کئی کئی راتیں عبادت میں گزارتے، گھر واپس نہ آتے بل کہ اس کے لیے (اپنے گھر سے) توشہ لے جایا کرتے تھے۔ توشہ ختم ہو جاتا تو پھر سیدہ خدیجہؓ کے ہاں تشریف لاتے اور اتنا ہی توشہ پھر لے جاتے۔ اس دوران میں آپؐ غار ہی میں تھے کہ اچانک آپؐ پر وحی نازل ہوئی۔ چنانچہ فرشتہ آپؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا پڑھیے! رسول اللہؐ نے فرمایا 'میں پڑھا ہوا نہیں ہوں' آپؐ نے فرمایا 'پھر فرشتے نے مجھے پکڑ کر اس طرح بھینچا کہ میں بے طاقت ہو گیا۔ پھر مجھے چھوڑنے کے بعد کہا 'پڑھیے! میں نے اس مرتبہ بھی یہی کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں'۔ اس نے دوسری مرتبہ اسی طرح پکڑ کر بھینچا حتی کہ میں

بے طاقت ہو گیا۔ پھر مجھے چھوڑنے کے بعد کہا' : پڑھیے ! میں نے کہا : میں پڑھا ہوا نہیں ہوں'۔ اس نے تیسری مرتبہ پھر مجھے پکڑ کر بھینچا کہ میں بے طاقت ہو گیا، پھر مجھے چھوڑا اور کہا' پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ آپؐ پڑھیے، آپؐ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی۔ انسان کو ایسی چیزوں کی تعلیم دی جسے وہ نہیں جانتا تھا''۔ ۲۶۲؎

حضورؐ پر وحی کے نزول اور عبادت کی نسبت سے غارحرا کو دین اسلام میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ کتب سیر کے ساتھ ساتھ شعر و ادب میں بھی اس کا ذکر موجود ہے اور شاعری میں شعرا نے اس تلمیح سے کئی معانی و مفہوم پیدا کیے ہیں۔

وہ یاد آئے تو پھر حرا بن گیا ہے سینہ
ملی ہے پھر دل کو وہ تجلی جو طور کی ہے
توصیف تبسم ۲۶۳؎

کنج حرا سے آپؐ پر کون سا در کھلا نہیں
حق نے بلایا عرش پر خاص کلام کے لیے
حفیظ تائب ۲۶۴؎

چاند چمکا تھا کبھی چرخِ رسالت کا یہاں
روزِ روشن سے بھی روشن ہے حرا کی صورت
ریاض حسین چودھری ۲۶۵؎

ان کو ضو دی مہر حرا نے
ورنہ تھے یہ دن کب روشن
شہزاد مجددی ۲۶۶؎

اُس کے پتھر قمر صفت ، نور بکف
دھرتی پر ہے فلک سرا ، غارِحرا
ریاض مجید ۲۶۷؎

دربار و محافل کو بھی ہو تجھ پہ سدا رشک
اے غارِ حرا کیا تجھے تنہائی ملی ہے
سحر انصاری ۲۶۸؎

ہیں جس کی وسعتیں کون ومکاں کی
وہ ہے غارِ حرا کی تنگنائی
ریاض حسین زیدی ۲۶۹؎

حضورؐ غارِ حرا سے بیت الشرف آئے
بس اک یقیں ساتھ ساتھ ہے اور روشنی ہے
افتخار عارف ۲۷۰؎

جو پھوٹی تھی کرن غارِ حرا سے
اُسی نے دوجہاں میں روشنی کی
حافظ نور احمد قادری ۲۷۱؎

درود شریف:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں درود وسلام کے نذرانے بھیجنے کا حکم خداوند قدوس نے قرآن کریم میں یوں دیا ہے کہ ''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے حضور نبی کریمؐ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی ان پر (کثرت کے ساتھ) درود اور خوب سلام بھیجا کرو''۔ ۲۷۲؎ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے بعد سرکار دوعالمؐ پر درود وسلام پڑھنا عبادت قرار پاتا ہے۔ درود وسلام کی کیفیت اور اس کا طریقہ کار حضورؐ نے خود تعلیم فرمایا ہے۔ اس حوالے سے کتبِ حدیث اور کتبِ سیر میں کئی احادیث موجود ہیں۔ بخاری شریف کی ایک حدیث ہے:

> ''حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا کہ ہم حضور نبی اکرمؐ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہؐ! ہم نے آپؐ پر سلام پیش کرنا تو معلوم کرلیا لیکن ہم آپؐ پر درود کس طرح پڑھیں۔ آپؐ نے فرمایا یوں کہو: اللھم صل علیٰ محمد عبدک ورسولک کما صلیت علی ابراہیم وبارک وسلم علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم (اے اللہ حضرت محمدؐ پر اپنی رحمت نازل فرما جو تیرے بندے اور رسول ہیں جیسے تو نے رحمت نازل فرمائی حضرت ابراہیمؑ پر۔ اے اللہ: حضرت محمد مصطفیٰؐ پر برکت نازل

فرما اور آپؐ کی آل پر بھی جس طرح تو نے حضرت ابراہیمؑ اور ان کی آل پر برکت نازل کی)''۔

۲۷۳

شعرا نے درود و سلام کے یہ الفاظ اپنے اشعار میں بھی استعمال کیے جن سے تلمیح کا ایک خوب صورت رنگ پیدا ہوگیا۔

روح مری ہے پرسکوں قلب مرا ہے مطمئن
ذکرِ نبیؐ لبوں پہ ہے ، بیٹھتے اٹھتے رات دن
صل علی نبینا صل علی محمدؐ

حفیظ تائب ۲۷۴

جو ذوقِ نغمہ ہمیں عشقِ مصطفائی دے
کلی جو چٹکے تو صلِ علیٰ سنائی دے

توصیف تبسم ۲۷۵

میرے سناٹے بھی ہیں مدحت سرا
چپ میں بھی صلِ علی کی گونج ہے

قیصر نجفی ۲۷۶

کہاں شعور میں انؐ کا مقام آتا ہے
جنھیں خدا کی طرف سے سلام آتا ہے

رشید ساقی ۲۷۷

مریضِ عشقِ محمدؐ کو بخش دیتا ہے
نشاطِ عمرِ ابد نسخۂ درود و سلام

محبوب الٰہی عطا ۲۷۸

مٹ جائے گی ہر کرب کے امکان کی صورت
ٹل جائیں گے غم ،صلِ علیٰ صلِ علیٰ کر

مقصود علی شاہ ۲۷۹

جس نے صلِ علیٰ پڑھا دل سے
جا ، نگارِ دعا ، اثر سے ملی
نسیم سحر۲۸۰؎
گناہ گاروں کے سر پہ دستِ عطا ہمیشہ رہا ہے جن کا
وہ حشر تک کے لیے اماں ہیں درود اُن پر سلام اُن پرؐ
علی رضا۲۸۱؎

لولاک لما:

علامہ سیوطیؒ نے ''الخصائص الکبری''، میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے ایک روایت نقل کی ہے، لکھتے ہیں:

''جب حضرت آدمؑ سے خطا سرزد ہوگئی تو انھوں نے التجا کی 'اے میرے رب مجھے محمدؐ کے صدقہ بخش دے'۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا 'تم نے محمدؐ کو کس طرح جانا'۔ عرض کیا 'جب تو نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور میرے جسم میں جان ڈالی، میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ عرش علیٰ کے ستونوں پر 'لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' لکھا ہوا تھا تو میں نے جان لیا کہ جس ذات اقدس کا نام نامی تیرے اسم گرامی کے ساتھ مکتوب ہے یقیناً تیری بارگاہ میں دیگر ساری مخلوق سے اعلیٰ و محترم ہوگا'۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا 'اے آدم! تم نے ٹھیک سمجھا، اگر محمدؐ نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا کرتا نہ کائنات کو' حدیثِ قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے 'لولاک لما خلقت الافلاک'۔ اس حدیث قدسی کے یہی معنی ہیں یعنی یہ تمام کائنات اور عالم اجساد صدقہ ہے وجود مسعود محمد رسول اللہؐ کا''۔ ۲۸۲؎

اس روایت میں اختلاف ہے اور مفسرین اور محققین کا ایک طبقہ اسے موضوع اور ضعیف روایت کہتا ہے تاہم شعرا کی اکثریت اسے درست تسلیم کرتی ہے اور اسے تلمیحی رنگ میں شعر کا حصہ بناتی ہے۔

آپؐ کے فرق مبارک پہ ازل سے تاباں
تاجِ لولاک لما سید مکی مدنیؐ
حفیظ تائب ۲۸۳؎
روح اور جسم کے مابین تھے اُس دم آدم
بزمِ لولاک میں جس دم تھے اجالے تیرےؐ
شہزاد مجددی ۲۸۴؎

حرفِ لولاک لما اس پہ دلیل
کرسی و لوح و قلم آپؐ کے نام
ارشاد شاکر اعوان ۲۸۵؎

ہونٹوں پہ ذکر سیدِ لولاک آ گیا
خوشبو کا اک ہجوم ہے بادِ صبا کے ساتھ
فراست رضوی ۲۸۶؎

روکے نہ کوئی ہم کو پیمبر کی ثنا سے
حبِ شہ لولاکؐ سے سرشار ہیں ہم لوگ
محمد حنیف نازش قادری ۲۸۷؎

لولاک سے یہ رازِ نہاں منکشف ہوا
مضمونِ کائنات کا عنوان ہیں حضورؐ
رشید ساقی ۲۸۸؎

روشن ہے تصور اسی کملی کی ضیا سے
آئے تھے جسے سیدِ لولاکؐ پہن کر
نورین طلعت عروبہ ۲۸۹؎

ام معبدؓ:

مکہ سے مدینہ ہجرت کے دوران، ایک صحرانشین خاندان کے خیمے کے قرب وجوار سے آپؐ کا گزر ہوا۔اس خیمے کے مکین حضورؐ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ایمان کی دولت بھی پائی ۔ یہ خیمہ ام معبدؓ کا تھا جو مہمان نوازی کے لیے مشہور تھیں ۔حضورؐ جب اُس کے خیمہ میں پہنچے اور اپنی بھوک پیاس کا ذکر کیا تو وہ پریشان ہوئیں کہ آج ہی ایسا کچھ موجود نہیں جو مہمانوں کی خدمت میں پیش کر سکے ۔حضورؐ نے وہاں موجود ایک لاغر بکری کو دیکھ کر کہا کہ اس کا دودھ دوھ لیں، ام معبد نے رضامندی ظاہر کر دی ۔ حضور اکرمؐ کا لمس پا کر اس بکری کے تھنوں میں دودھ بھر گیا۔حضور کریمؐ نے دودھ دوھ کر برتن بھرا اور قافلے والوں کی پیاس بجھائی، خود بھی پیا اور باقی کا دودھ ام معبدؓ کو پیش کر دیا۔بعد ازاں جب اس کا خاوند بکریاں چرا کر واپس آیا تو ام معبد نے اسے حضور اکرمؐ کی آمد کا واقعہ سنایا، اس نے حضورؐ کا حلیہ بیان

کرنے کو کہا تو ام معبد نے جو حلیہ بیان کیا وہ تاریخ کا حصہ بن گیا۔ ۲۹۰؎ اس روایت کو عبدالعزیز خالد نے آزاد نظم کی صورت اردو نعت کا حصہ بنا دیا۔

سراپائے پیمبرؐ امِ معبد کی زباں سے

میں نے دیکھا آج اک ناقہ سوار

جو یہاں ٹھہرا تھا دم لینے کو دورانِ سفر

پیاس بھی اُس کو لگی تھی

جو بجھائی اس نے خیمے میں بندھی

سِن رسیدہ بکری کے سوکھے

تھنوں کو دوھ کر

جانے ان میں دودھ کی دھاریں کہاں سے آ گئیں

اور وہ بھی اس قدر بہتات سے

پیاس پیاسوں کی بجھا کر بھی وہ برتن دودھ کا

ویسے کا ویسا تھا بھرا

سرخوش و زندہ دل و روشن نظر

خوش جمال و دل نواز و دیدہ ور

جو نہ فربہ تھا نہ لاغر

پیٹ تھا جس کا برابر، اور سر

گھنگریالے کالے بالوں سے بھرا

جس کے اعضا کا تناسب جیسے سانچے میں ڈھلا

لے بلائیں جس کی زیبائی

خوش اندامی ضیافت آنکھ کی

چہرہ نورانی

صباحت میں ملاحت کی جھلک

اس کی پیشانی کشادہ

سرمگیں آنکھیں سینہ روشن، فراخ
پلکیں جھالر دار، کجراری گھنی
جھلکیں کالی پتلیاں
اور سفیدی بھی عیاں
باریک، محرابی بھنویں گنجان آپس میں ملی
اس کی گردن پر صراحی کا گماں
ریشِ۔۔خوش منظر، گھنی، جاذب نظر
آواز گنجیلی
لب و لہجہ خوش آہنگ و بلند
دل میں گھر کرتی ہوئی
پُرحلاوت اس کی باتیں مختصر، جامع، عمیق
جیسے لڑیاں موتیوں کی، خود بہ خود
ڈھلکی آتی ہوں جو اک ترتیب سے
دور سے دیکھو تو ہالہ نور کا
پاس سے ناظورۂ خوبی ضیا اندر ضیا
قد نہ ایسا پست کو کمتر لگے
اور نہ اتنا دراز
جو کہ آنکھوں کو کَھلے
کھلتے پھولوں کی مہکتی ڈال، دو
نرم و نازک ٹہنیوں کے درمیاں
ان سے لیکن خوشنما تر، تازہ تر، شاداب تر
صبحِ کامل کا نمونہ
اس کی موزوں قامتی
کم سخن تھا نہ تھا بسیار گو

تھا طبیعت میں توازن

اس میں ہر شے تھی بہ حدِ اعتدال ۲۹۱

اس روایت کے تناظر میں عبدالعزیز خالد کی اس نظم کے علاوہ غزل کی ہیئت میں لکھے کچھ تلمیحی اشعار بھی دیکھیے۔

تکے جاتی ہے اس کو امِ معبدؓ

جو مہتاب اس کے گھر اترا ہوا ہے

حفیظ تائب ۲۹۲

امِ معبدؓ نے جو دیکھا دیدۂ بیدار سے

اُس جمالِ مصطفیٰؐ سے ہو کبھی ضو بار خواب

عزیز احسن ۲۹۳

ہونٹوں پہ تھی نعتِ امِ معبدؓ

اختر میں عجیب خواب میں تھا

اختر عثمان ۲۹۴

پتھروں کا سلام اور تسبیح کرنا:

حضور اکرمؐ سے نباتات و جمادات کی محبت کے تذکرے بھی سیرت نگاروں نے بڑی محبت سے بیان کیے ہیں۔ شجر، حجر، چرند پرند، پہاڑ سب آپؐ کی تعظیم اور اطاعت کرتے اور آپؐ پر درود و سلام پڑھتے۔ ابن حجر مکیؒ نے حضرت سیدنا جابر بن سمرہؓ سے روایت کیا ہے: ''نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا: میں مکہ شریف کے ایک ایسے پتھر کو جانتا ہوں جو بعثت سے قبل مجھے سلام کرتا تھا''۔ ۲۹۵ صاحب ''مدارج النبوت'' نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے:

> ''حضور اکرمؐ نے ایک مٹھی کنکریوں کو لیا۔ وہ حضورؐ کے دست مبارک میں تسبیح کرنے لگیں اور ہم نے انھیں تسبیح کرتے سنا۔ پھر ان کنکریوں کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ میں دیا وہ برابر تسبیح کر رہی تھیں۔ اس کے بعد جب یہ ہمارے ہاتھوں میں آئیں تو ان کی تسبیح بند ہوگئی''۔ ۲۹۶

ان روایات کو شعرا نے تلمیح کے طور پر پیش کیا ہے۔

کیا ہوگا اور حرفِ ہدایت کا معجزہ
پتھر بھی کہہ رہا ہے کہ حق آشنا ہوں میں
قیصر نجفی ۲۹۷

رسولِ حقؐ کا ہے اعجاز ورنہ
کوئی بتلائے پتھر بولتے ہیں؟
محمد حنیف نازش قادری ۲۹۸

چاند ، سورج ، درخت طیبہ کے
سب کے سب احترام کرتے ہیں
پھول کھلتے ہیں دیکھ کر ان کو
اور پتھر سلام کرتے ہیں
عابد سعید عابد ۲۹۹

یاد آتا ہے تو بے ساختہ پڑھتا ہوں درود
دستِ سرکار پہ کنکر کا گل افشاں ہونا
امان خان دل ۳۰۰

ہو اگر اُنؐ کی نبوت پہ گواہی مقصود
سنگریزہ یدِ منکر میں زباں ہو جائے
افضال احمد انور ۳۰۱

سورج کا پلٹنا:

کتب تاریخ وسیرت میں حضورؐ کے معجزات کے ضمن میں لکھا ہے کہ حضور اکرمؐ کی دعا سے سورج غروب ہوتے ہوتے واپس پلٹ آیا۔ تاریخ ابن کثیر میں امام طحاویؒ کی روایت ہے:

''نبی کریمؐ پر وحی نازل ہو رہی تھی اور آپؐ کا سر مبارک حضرت علیؓ کی آغوش میں تھا، آپؐ نے غروب شمس کے بعد سر اٹھایا اور حضرت علیؓ نے نماز عصر نہ پڑھی تھی۔ رسول اللہؐ نے دعا کی یا الٰہی! وہ تیری اور تیرے رسولؐ کی اطاعت میں تھا، پس اس پر سورج کو لوٹا، چنانچہ سورج لوٹ آیا اور حضرت علیؓ نے نماز عصر ادا کی''۔ ۳۰۲

بعدِ مغرب عصر کی صورت علیؓ نے دیکھ لی
آ گیا خورشید وہ واپس ، جو تھا ڈوبا ہوا
راجا رشید محمود ۳۰۳؎

سورج نے بھی پلٹ کے اٹھایا تھا یہ سوال
قبضے میں کیا رسولؐ کے شام و سحر نہیں
قیصر نجفی ۳۰۴؎

اُس کے لیے دلیل نبوت کے طور پر
سورج بھی الٹے پاؤں پلٹتا دکھائی دے
محمد افتخار الحق ارقم ۳۰۵؎

خورشید پلٹ پڑا کہ وہ نور
آغوشِ ابوتراب میں تھا
اختر عثمان ۳۰۶؎

سایہ:

حضور نبی کریمؐ کی خصوصیات میں یہ بھی ہے کہ آپؐ کے جسم اطہر کا سایہ نہیں تھا، اس حوالے سے علامہ سیوطیؒ نے کتب حدیث کے حوالے سے دو روایات نقل کی ہیں۔ لکھتے ہیں:

''حضرت ذکوانؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ کا سایہ دھوپ میں بنتا تھا نہ شعاع ماہ میں (ترمذی) دوسری روایت ابن سبعؒ سے ہے کہ حضور نبی کریمؐ کا سایہ دھوپ اور چاندنی دونوں میں اس وجہ سے نہ ہوتا کہ آپؐ سرتاپا نور تھے''۔ ۳۰۷؎

اس مضمون کو بھی شعرائے نعت نے تلمیح کے طور پر برتا ہے

وہ رحمت دوجہاں کے واسطے ، وہ ظل سبحانی
تعجب کیا کہ سائے کا کبھی ہوتا نہیں سایہ
توصیف تبسم ۳۰۸؎

جو تھا ، نہ آیا ساتھ رسولِ کریمؐ کے
کیسے بنا لیا گیا سایہ کا مسئلہ
راجا رشید محمود ۳۰۹؎

ہے خدا گواہ بجز سرورِ جہاں قیصر
کسی کا دیکھا نہیں سایۂ بدن روشن
قیصر نجفی ۳۱۰

دیکھ ، اللہ کو مصطفیؐ کے لیے
سایے کا بوجھ بھی گوارا نہیں
گستاخ بخاری ۳۱۱

صرف خود پر نہیں آزر سرِ ہر عالم ہست
ایک بے سایہ کا سایہ نظر آتا ہے مجھے
دلاور علی آزر ۳۱۲

سیرت و کردار:

حضور اکرمؐ کی شخصیت سراپا اخلاق، سراپا رحمت اور سراپا محبت ہے اور اس حوالے سے بے شمار کتب لکھی جا چکی ہیں۔ قرآن پاک میں ہے ''ہم نے آپؐ کو عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے'' ۳۱۳ اسی طرح سورہ القلم ہے کہ ''آپؐ اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر ہیں''۔ ۳۱۴ قرآن پاک بھی شاہد ہے اور آپؐ کی حیاتِ پاک بھی کہ عالمین، یعنی تمام مخلوقات جو آ چکی ہے یا آنے والی ہے، کے لیے، آپؐ سراپا رحمت و شفقت ہیں۔ آپؐ نے طائف کے لوگوں کے ہاتھوں تکلیف اٹھائی مگر انھیں بد دعا نہ دی، اس بوڑھی عورت کا واقعہ بھی تاریخ کی کتب میں موجود ہے جو آپؐ پر گلی سے گزرتے ہوئے کوڑا پھینکتی تھی مگر حضورؐ نے اس سے بھی شفقت والا معاملہ فرمایا۔ جنگ احد میں آپؐ کے چچا کا کلیجہ نکال کر چبالیا گیا، آپؐ کے ساتھیوں کے ناک، کان تک کاٹے گئے، آپؐ کو بھی اس جنگ میں زخم آئے مگر آپؐ نے بد دعا نہ کی۔ ان حالات کے تناظر میں اصحابِ رسولؐ نے دشمنوں کی ہلاکت کی دعا کے لیے کہا تو حضورؐ نے فرمایا میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ ''امام مسلمؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ عرض کی گئی یا رسول اللہؐ آپؐ مشرکین کے لیے بد دعا فرمائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں لعنت کرنے نہیں بھیجا گیا، میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں''۔ ۳۱۵

سیکڑوں واقعات ہیں جو آپؐ کی رحمت و شفقت کے آئینہ دار ہیں اور یہ سارے واقعات کتب سیرت میں محفوظ ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا گیا کہ آپؐ کا خلق مبارک کیا ہے تو آپؓ نے

فرمایا: ''حضورؐ کا خلق قرآن تھا، یعنی جس چیز کو قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا، آپؐ پر طبعی طور پر صادر ہوتی تھی اور جس چیز کو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے برا کہا ہے اس سے طبعی طور پر آپؐ نفرت فرماتے''۔ ۳۱۶

اُن عناصر نے بھی جو سنگ زنی کرتے رہے
آپؐ کی ذات میں تجسیمِ محبت دیکھی
احمد ندیم قاسمی ۳۱۷

یہ جو اخلاق کی انساں کے بدن پر ہے قبا
سب سے پہلے مرے سرکارؐ نے پہنائی ہے
اعجاز رحمانی ۳۱۸

کیوں نہ ہو لائقِ تقلید حضورؐ آپؐ کا خُلق
سارے قرآں میں اخلاق رقم آپؐ کے ہیں
عزیز احسن ۳۱۹

خلوص، صدق، یقیں، خُلق، ضبط، حسنِ عمل
حضورؐ کی روشِ زندگی سے پایا ہے
رشید ساقی ۳۲۰

کشادہ ظرفی وہ دشمن سے آپؐ نے برتی
خیال پھر نہ گیا اس کا دشمنی کی طرف

کمال درجے کی شفقت تھی اُن کی فطرت میں
کڑی نظر سے بھی دیکھا نہیں کسی کی طرف
سید ضیاالدین نعیم ۳۲۱

تسخیر دلوں کو مرے آقا نے کیا ہے
اخلاق و وفا، صدق و صفا، جود و کرم سے
شمائلہ صدف عزیزی ۳۲۲

اللہ اللہ یہ ہے خُلق عظیم آپؐ ہی کا
ہر اک انساں کی بتائی ہمیں عزت کرنا
محمد رفیق مغل ۳۲۳

خطبہ حجتہ الوداع:

حضور اکرمؐ نے جب دعوتِ دین کا کام مکمل کرلیا اور اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق ایک نیا معاشرہ تشکیل دے دیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اس بات سے آگاہ کر دیا کہ آپؐ کا کام مکمل ہوگیا ہے اور اس دنیا سے پردہ فرمانے کا وقت قریب ہے تو آپؐ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ الرحیق المکتوم میں ہے:

''درحقیقت اللہ چاہتا تھا کہ اپنے پیغمبرؐ کو اس دعوت کے ثمرات دکھلا دے جس کی راہ میں آپؐ نے بیس برس سے زیادہ عرصہ تک طرح طرح کی مشکلات اور مشقتیں برداشت کی تھیں اور اس کی صورت یہ ہو کہ آپؐ حج کے موقع پر اطرافِ مکہ میں قبائل عرب کے افراد و نمائندگان کے ساتھ جمع ہوں، پھر آپؐ سے دین کے احکام و شرائع حاصل کریں اور آپؐ ان سے یہ شہادت لیں کہ آپؐ نے امانت ادا کر دی، پیغام رب کی تبلیغ فرما دی۔ اور امت کی خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ اس مشیتِ ایزدی کے مطابق نبیؐ نے جب اس تاریخی حج مبرور کے لیے ارادے کا اعلان فرمایا تو مسلمانانِ عرب جوق در جوق پہنچنا شروع ہو گئے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کی وہ رسول اللہؐ کے نقشِ پا کو اپنے لیے نشانِ راہ بنائے اور آپؐ کی اقتدا کرے''۔ ۳۲۴

۹ ذی الحج ۱۰ ہجری کو آپؐ نے مناسکِ حج مکمل کرنے کے بعد وہاں موجود ایک لاکھ چوالیس ہزار افراد سے خطاب فرمایا۔ اس تاریخی خطبہ میں حضورؐ نے آئین اسلام کا خلاصہ پیش کر دیا۔ اس تاریخی خطبہ کے بعد قرآن پاک کی آیت ''الیوم اکملت الکم دینکم'' نازل ہوئی۔ ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بحیثیت دین پسند کرلیا''۔ ۳۲۵

اس خطبے کا تذکرہ بھی تلمیح کی صورت میں ملتا ہے۔ اردو شاعری اور خاص طور پر نعت میں اس خطبے کی تلمیحات سے متعلق چند اشعار درج ذیل ہیں۔

نقیبِ صبح بہاراں ہے آخری خطبہ
پیام آپؐ کا انسان دوستی کا ہے
ریاض حسین چودھری ۳۲۶

تو نے ہر شخص کی تقدیر میں عزت لکھی
آخری خطبے کی صورت میں وصیت لکھی
خالد احمد ۳۲۷

اللہ کے نبیؐ نے سرِ حجتہ الوداع
تکریمِ آدمی کا تصور بدل دیا
منظر عارفی ۳۲۸

خطبہء آخریں میں عطا کر گئے دشمنوں کو اماں
ساری دنیا سے یکسر جدا ان کا حکمِ مبیں اور ہے
نورین طلعت عروبہ ۳۲۹

مذکورہ بالا مندرجات سے یہ اندازہ لگانا تو مشکل نہیں کہ قرآن وحدیث سے ماخوذ تلمیحات، اردو نعت کا بنیادی مآخذ ہیں اور شعرائے اردو اس مآخذ سے جس قدر استفادہ کرتے ہیں، کسی اور مآخذ سے اس قدر مستفاد کی صورت نکلنا مشکل ہے۔ چند ایک معروف تلمیحات کا یہاں جائزہ لیا گیا ہے اور ان تلمیحات کے حامل اشعار اتنی کثیر تعداد میں ہیں کہ سب کا تذکرہ ناممکن ہے۔

نعت، اردو شاعری کی ایسی صنف ہے کہ شاعری کی کوئی کتاب اس سے خالی نہیں، نعت کے انفرادی مجموعے اس پر مستزاد ہیں۔ قرآن وحدیث میں استعمال کی گئی وہ تلمیحات جو قصص الانبیاؑ کے علاوہ ہیں، اس قدر کثرت سے ہیں کہ اگر اُن کے نمونے کا ایک ایک شعر ہی درج کیا جائے تو ایک ضخیم مقالہ بن جائے۔

اردو نعت نگاروں نے قصص الانبیا سے بھی استفادہ کیا ہے لیکن جس قدر قرآنی آیات اور اصطلاحات، شعری وصف کے ساتھ سامنے آئے ہیں، ان کی مثال اردو کی دوسری اصناف ہی نہیں دنیا کی دیگر زبانوں کی شاعری میں بھی مشکل سے ملے گی۔ کئی شعرا نے تو سیرتِ رسول اکرمؐ کے ایک ہی پہلو پر قصائد اور مثنویاں لکھ رکھی ہیں۔ حضور اکرمؐ کی سیرت و کردار، معجزات، غزوات، واقعات و معاملات اور سرکار دو عالمؐ کی حیاتِ مبارک کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کو اردو نعت میں بیان نہ کیا گیا ہو۔ حضور کریمؐ کے صفاتی ناموں کو موضوع اور ردیف بنا کر مجموعے تخلیق کیے گئے ہیں۔

صرف نعت کی اصطلاح کو ردیف بنا کر سیکڑوں نعتیں لکھی جا چکی ہیں۔ قریباً چار سو نعتیں اس مقالے

کی تکمیل کے دوران زیر مطالعہ آئیں ۔اس لیے حضورا کرمؐ کی حیات مبارکہ سے متعلق ان تمام اشعار کا یہاں نقل کرنا مشکل ہے جن میں تلمیحات موجود ہیں ۔قرآن وحدیث سے ماخوذ تلمیحات کے باب میں کوشش کی گئی ہے کہ بہت معروف تلمیحات کا ذکر ہو جائے ۔نعت نگاری کے اس اہم مآخذ یعنی قرآن پاک کے قصص میں جو زیادہ مذکور ہوئے ان کی مثالیں اوپر درج کر دیں ۔حدیث کے ذخیرہ سے بھی ان تلمیحات کا انتخاب یہاں پیش کر دیا جو کثرت سے استعمال ہوئی ہیں ۔

قرآن وحدیث کے تلمیحی مآخذات کا یہ مختصر سا جائزہ یہ جاننے کے لیے کافی ہے کہ اردو نعت کا تلمیحاتی نظام ننانوے فیصد قرآن وحدیث کی بنیاد پر قائم ہے ۔گزشتہ دو دہائیوں کی نعت کا ایک اختصاص یہ بھی سامنے آتا ہے کہ ہیئت کے ضمن میں غزل نے قصیدے اور مثنوی کی روایت تقریباً ختم کر دی ۔آزاد نظم اور دوسری ہیئتیں بھی ابھی نعت نگاروں کو زیادہ متوجہ نہیں کر پا رہیں ۔آزاد نعتیہ نظمیں، ہائیکوز اور دوسری اصناف میں لکھی گئی نعتیں خال خال ہی ملتی ہیں ۔

حواشی وحوالہ جات:

۱۔سورہ علق، آیت ۱

۲۔سورہ المائدہ، آیت ۳

۳۔سورۃ حجرات، آیت ۹

۴۔سورہ یوسف، آیت، ۲۶، ۲۷، ۲۸

۵۔خالد احمد، عرضِ ہنر، لاہور: مکتبہ بیاض، ص ۱۱۳۲

۶۔محمد افتخار الحق ارقم، مدحِ محمود، لاہور: نستعلیق مطبوعات، ۲۰۲۱، ص ۵۵

۷۔سورہ آل عمران، آیت ۴۵

۸۔سورہ النسا، آیت ۱۷۱

۹۔سورہ النسا، آیت ۱۷۱

۱۰۔آل عمران، آیت ۴۵

۱۱۔نصیر الدین نصیر، کلیاتِ نصیر، اسلام آباد: مہریہ نصیریہ پبلیشرز گولڑہ شریف، س ن، ص ۱۱۷۹

۱۲۔قیصر نجفی، کلیات قیصر نجفی، کراچی: رنگ ادب پبلی کیشنز، ۲۰۱۵، ص ۵۰۷

۱۳۔عرضِ ہنر، ص ۱۱۳۱

۱۴۔حفیظ تائب، کوثریہ، لاہور: القمر پرنٹرز، ۲۰۰۳، ص ۱۱۵

۱۵۔رشید ساقی، آئینہ عقیدت، اسلام آباد: پیپر کمیونیکیشن سسٹم، ۲۰۱۴، ص ۱۷۳

۱۶۔جلیل عالی، نور نہایارستہ، راولپنڈی: حرف اکادمی، ۲۰۱۸، ص ۵۸

۱۷۔نورین طلعت عروبہ، حاضری، لاہور: ماورا پبلیشرز، ۲۰۰۲، ص ۱۲۹

۱۸۔ابن عباسؓ، عبداللہ، تفسیر ابن عباس (اردو) ۔مترجم، مولانا فتح محمد جالندھری، لاہور: مکی دار الکتب، ۲۰۰۹ جلد دوم، ص ۷۶

۱۹۔حضرت یعقوبؑ نے کہا تھا کہ بیٹا اپنے خواب کا ذکر بھائیوں سے نہ کرنا، نہیں تو وہ تمھارے حق میں کوئی فریب کی چال چلیں گے۔ کچھ شک نہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔(سورہ یوسف، آیت ۵)

۲۰۔شہاب صفدر، سبیل، لاہور: نستعلیق مطبوعات، ۲۰۱۶ ص ۶۷

۲۱۔بسمل شہزاد، جواہرا، لاہور: نعت ورثہ پبلیکیشنز، ۲۰۲۲، ص ۱۰۱

۲۲۔ پروین زینب سروری، حریم نور، لاہور: مکتبہ جدید پریس، ۲۰۱۸، ص ۴۱
۲۳۔ خالد رومی، جواہرا، مرتب، ابوالحسن خاور، لاہور: نعت ورثہ پبلیکیشنز، ص ۱۴۰
۲۴۔ توصیف تبسم، سلسبیل، اسلام آباد: عکاس پبلی کیشنز، ۲۰۱۱، ص ۴۷
۲۵۔ حفیظ تائب، طاقِ حرم، لاہور: القمر پرنٹرز، ۲۰۰۷، ص ۵۴
۲۶۔ رشید محمود، راجا، صلوٰۃ نعت، لاہور: یونیورسٹی آف منیجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، ۲۰۱۷، ص ۳۵
۲۷۔ عرض ہنر، ص ۱۱۳۱
۲۸۔ عزیز احسن، ڈاکٹر، کلیات عزیز احسن، (مرتب، صبیح رحمانی،) کراچی: نعت ریسرچ سنٹر، ۲۰۱۷، ص ۶۸۳
۲۹۔ سبیل، ص ۳۹
۳۰۔ دلاور علی آزر، نقش، لاہور: وراق پبلی کیشنز، ۲۰۱۸، ص ۵۷
۳۱۔ افضال احمد انور، نئی صدی نئی نعت، مرتب، خورشید ربانی، فیصل آباد: مثال پبلیشرز، ۲۰۱۴، ص ۹۹
۳۲۔ طالوت لشکر کا امیر تھا۔ داؤد کے باپ نے اسے بھائیوں کی طرف کوئی چیز دے کر بھیجا، داؤد نے طالوت سے کہا میں جب جالوت کو قتل کر دوں گا تو کیا ملے گا۔ طالوت نے کہا تیرے لیے میری بادشاہی کا تیسرا حصہ ہوگا اور میں اپنی بیٹی کا تجھ سے نکاح کروں گا۔ داؤد نے اپنا توبرہ اٹھایا اور اس میں تین پتھر رکھے پھر ابراہیم، اسحق اور یعقوب علیہ سلام کے نام پر وہ پتھر نکالا، پھر اسے اپنی غلیل میں رکھا اور جالوت کو مارا۔ وہ جالوت کے سر پر ۳۳ خود کو چیر گیا اور اس پتھر نے جالوت کے علاوہ ۳۰ ہزار افراد کو قتل کر دیا۔ (علامہ سیوطیؒ تفسیر درمنثور ص، ۸۲۲، جلد اول)
۳۳۔ سورہ البقرہ، آیت ۲۵۱
۳۴۔ ارشادِ باری ہے ''اور اُن کے لیے ہم نے لوہے کو نرم کر دیا کہ کشادہ زِرہیں بناؤ اور کڑیوں کو اندازے سے جوڑو اور نیک عمل کرو''۔ (سورۃ سبا، آیت ۱۰، ۱۱)
۳۵۔ عرض ہنر، ص ۱۱۳۱
۳۶۔ شہزاد مجددی، ڈاکٹر، کلیاتِ شہزاد مجددی، لاہور: نعت مرکز، ۲۰۱۷، ص ۴۵۰
۳۷۔ پروین زینب سروری، حریم نور، ص ۵۰
۳۸۔ معین نظامی، استخارہ، لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۹، ص ۳۹

۳۹۔تفسیر ابن عباس، جلد دوم،ص ۲۲۶
۴۰۔خالد ندیم، جہان تلمیحات، لاہور: نشریات،۲۰۱۶،ص ۴۷
۴۱۔طاق حِرم،ص ۴۵
۴۲۔ریاض مجید، کلیاتِ نعت، فیصل آباد: نعت اکادمی،۲۰۱۹،ص ۹۰۵
۴۳۔راجا رشید محمود، صلوٰۃ نعت،ص ۹۲
۴۴۔منظر عارفی، آپؐ، اسرار ازلِ، کراچی،: پاسبانِ حمد ونعت،۲۰۲۱،ص ۴۶
۴۵۔ارشاد شاکر اعوان، نعت دریچہ، فیصل آباد: مثال پبلیشرز،۲۰۱۴،ص ۱۰۱
۴۶۔عثمان قیصر، ثنائے جلال و جمال، کراچی: حمد ونعت ریسرچ سینٹر،۲۰۱۷،ص ۱۳۰
۴۷۔محبوب الٰہی عطا، لی مع اللہ، فیصل آباد: مثال پبلی شرز،۲۰۱۳،ص ۶۹
۴۸۔احمد محمود الزماں، جواہرا، لاہور: نعت ورثہ پبلی کیشن،۲۰۲۱،ص ۵۴
۴۹۔سورہ نمل، آیت ۱۷
۵۰۔ریاض حسین چودھری، ورد مسلسل، کراچی: نعت ریسرچ سنٹر،۲۰۲۱،ص ۲۷۷
۵۱۔حسن عسکری کاظمی، حرفِ عقیدت، لاہور: اظہار سنز،۲۰۰۹،ص ۲۳
۵۲۔سلمان گیلانی، جواہرا ص،۱۹۹
۵۳۔کوثر علی، جواہرا،ص ۳۲۴
۵۴۔نقش،ص ۱۰۴
۵۵۔امیتاز قادری، مفتی، علامہ، عطائین، تفسیر جلالین جلد دوم، کراچی: ادارہ فیضان رضا،۲۰۱۵، جلد پانچ،ص ۸۵۶
۵۶۔سلسبیل،ص ۵۴
۵۷۔کلیاتِ نعت،ص ۳۸۴
۵۸۔کلیاتِ صبیح، مرتب، ڈاکٹر شہزاد احمد، کراچی: دالالسلام،۲۰۱۹،ص ۲۵۹
۵۹۔آپؐ اسرار ازل،ص ۳۹
۶۰۔فراست رضوی، آیاتِ محبت، لاہور: انٹرنیشنل نعت مرکز،۲۰۱۹،ص ۷۸
۶۱۔جواہرا،ص ۱۰۵

۶۲۔سورہ الاحزاب، آیت ۴۵، ۴۶، تفسیر ابن عباس، جلد سوم، ص ۵۸
۶۳۔سورہ المزمل، آیت ۱، ۲
۶۴۔تفسیر ابن عباسؓ، جلد سوم، ص ۴۲۵، ۴۲۶
۶۵۔کوثریہ، ص ۷۰
۶۶۔مقصود علی شاہ، قبلہ مقال، لاہور: نعت آشنا، ۲۰۲۰، ۱۷
۶۷۔ریاض حسین چودھری، نصابِ غلامی، کراچی: نعت ریسرچ سنٹر، ۲۰۲۱، ص ۲۱۳
۶۸۔سہ ماہی فنون لاہور، ۱۲۱، ص ۱۹
۶۹۔آئینہ عقیدت، ص ۱۱۹
۷۰۔حریم نور، ص ۳۹
۷۱۔خالد علیم، نعت نما، کراچی: رنگِ ادب پبلی کیشن، ۲۰۲۱، ص ۱۰۶
۷۲۔جواہرا، ص ۴۱
۷۳۔سورہ جمعہ، آیت ۲
۷۴۔عطائین، تفسیر جلالین، جلد پنجم، ص ۵۲۸
۷۵۔علیم ناصری، طلع البدر علینا، لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۴، ص ۷۷
۷۶۔آئینہ عقیدت، ص ۱۱۹
۷۷۔نور نہا یارستہ، ص ۶۷
۷۸۔لی مع اللہ، ص ۳۹
۷۹۔ناصر ملک، لاثان، لاہور: ادارہ فکر و دانش، ۲۰۱۷، ص ۵۵
۸۰۔محمد افتخار الحق ارقم، ڈاکٹر، ممدوح العالمین، لاہور: نستعلیق مطبوعات، ۲۰۲۱، ص ۹۴
۸۱۔سورہ انبیا، آیت ۱۰۷
۸۲۔نئی صدی نئی نعت، ص ۱۰۷
۸۳۔اعجاز رحمانی، آسمانِ رحمت، کراچی: ادارۂ مدحتِ رسول، ۲۰۰۵، ص ۴۷
۸۴۔محمد حنیف نازش قادری، نعت ہوئی، لاہور: انٹرنیشنل نعت مرکز، ۲۰۱۹، ص ۱۸۱
۸۵۔سلسبیل، ص ۶۸

۸۶۔نور احمد قادری، حافظ،توشۂ نور، اسلام آباد: بیلہ پبلی کیشنز،۲۰۲۱،ص ۱۱۰
۸۷۔نقش،ص ۱۱۸
۸۸۔عرش ہاشمی، درود ان پر سلام ان پر، اسلام آباد: بیلہ پبلی کیشن، ۲۰۲۰،ص ۲۰۰
۸۹۔نئی صدی نئی نعت،ص ۲۳۸
۹۰۔سورہ الاحزاب، آیت ۴۰
۹۱۔کوثریہ،ص ۵۸
۹۲۔سلسبیل،ص ۳۷
۹۳۔نعت نما،ص
۹۴۔آیاتِ محبت،ص ۵۷
۹۵۔نسیم سحر،نعت نگینے، راولپنڈی: نقش گر،۲۰۱۹،ص ۱۲۲
۹۶۔خاکی، عزیز الدین، آیاتِ نعت، کراچی، تنظیم استحکام نعت، ۲۰۲۲،ص ۷۰
۹۷۔سورہ آل عمران ۔آیت ۳۲،ترجمہ۔تفسیر مظہری، جلد دوم،ص ۵۱،
۹۸۔کوثریہ،ص ۶۵
۹۹۔نئی صدی نئی نعت،ص ۳۱۱
۱۰۰۔صلوۃ نعت،ص ۵۳
۱۰۱۔آپؐ! اسرار ازل،ص ۷۲
۱۰۲۔گستاخ بخاری،نعت خط،فیصل آباد: مثال پبلیشرز، ۲۰۱۷،ص ۸۷
۱۰۳۔محمد رفیق مغل، ادراکِ فروزاں، کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز،۲۰۱۹،ص ۱۵۰
۱۰۴۔تفسیر ابن عباس، جلد دوم،ص ۱۷۷
۱۰۵۔آسمانِ رحمت،ص ۴۵
۱۰۶۔انور جمال،نعت رنگ، کراچی،شمارہ ۲۵،ص ۳۵
۱۰۷۔ورد مسلسل،ص ۲۲۳
۱۰۸۔کلیات نعت،ص ۹۵۶
۱۰۹۔نعت نما،ص ۱۱۴

۱۱۰۔قیصر نجفی،کلیات قیصر نجفی، کراچی: رنگ ادب پبلی کیشنز،۲۰۱۵،ص ۴۴۵
۱۱۱۔کلیات صبیح رحمانی،ص ۷۰
۱۱۲۔بسمل صابری، بیاضِ نظر،لاہور: جمہوری پبلی کیشن،۲۰۱۸،ص ۷۸
۱۱۳۔درود ان پر سلام ان پر،ص ۱۸۲
۱۱۴۔زاہد ہمایوں، ڈاکٹر،نعت کے ۱۰۱رنگ، کراچی: رنگ ادب پبلی کیشن، ۲۰۲۲،ص ۲۰۱
۱۱۵۔حرفِ عقیدت،ص ۲۶
۱۱۶۔عثمان قیصر،ثنائے جلال و جمال، کراچی: حمد و نعت ریسرچ سینٹر،۲۰۱۷،ص ۱۷۶
۱۱۷۔شمائلہ صدف عزیزی، آبجوئے کرم،فیصل آباد: دبستان نوابیہ عزیزیہ پبلیکیشنز،۲۰۲۰،ص ۴۸
۱۱۸۔نئی صدی نئی نعت،ص ۱۲۴
۱۱۹۔ایضاً،ص ۱۰۹
۱۲۰۔سورہ کوثر، آیت ۱
۱۲۱۔عطائین،تفسیر جلالین، جلد پانچ،ص ۹۳۰
۱۲۲۔احمد ندیم قاسمی، انوارِ جمال،لاہور: سنگ میل،۲۰۰۷،ص ۱۰۱
۱۲۳۔نئی صدی نئی نعت،ص ۲۱۶
۱۲۴۔کلیاتِ نعت،ص ۳۲۲
۱۲۵۔آپ اسرارِ ازل،ص ۹۹
۱۲۶۔آیاتِ نعت،ص ۹۹
۱۲۷۔نئی صدی نئی نعت،ص ۲۴۴
۱۲۸۔ایضاً،ص ۱۷۷
۱۲۹۔ایضاً،ص ۱۰۱
۱۳۰۔سورہ القمر، آیت ۱
۱۳۱۔تفسیر ابن عباس، جلد سوم،ص ۳۰۸
۱۳۲۔وردِ مسلسل،ص ۱۸۱
۱۳۳۔نئی صدی نئی نعت،ص ۱۵۸

۱۳۴۔نئی صدی نئی نعت،فیصل آباد: مثال پبلیشرز ۲۰۱۴،ص ۸۹

۱۳۵۔جواہرا،ص ۱۲۸

۱۳۶۔روزنامہ پاکستان اسلام آباد،ادبی صفحہ،یکم فروری ۲۰۲۴

۱۳۷۔سورہ الاعراف،آیت ،۱۷۲تفسیر ابن عباس، جلد اول،ص ۴۶۶

۱۳۸۔طاق حرم،ص ۴۰

۱۳۹۔نئی صدی نئی نعت،ص ۱۱۷

۱۴۰۔افتخار عارف،شہر علم کے دروازے پر، کراچی: مکتبہ دانیال،۲۰۰۵،ص ۱۷

۱۴۱۔نعت ہوئی،ص ۲۱۲

۱۴۲۔جواہرا،ص ۱۹۹

۱۴۳۔ایضاً،ص ۷۷

۱۴۴۔سورہ یونس،آیت ۳

۱۴۵۔عطائین،تفسیر جلالین جلد دوم،ص ۶۶۸

۱۴۶۔جواہرا،ص ۱۵۰

۱۴۷۔آئینہ عقیدت،ص ۱۳۱

۱۴۸۔جواہرا،ص ۱۲۸

۱۴۹۔لی مع اللہ،ص ۷۵

۱۵۰۔نئی صدی نئی نعت،ص ۱۰۹

۱۵۱۔سورہ الاعراف،آیت ۷۳ تا ۸۴

۱۵۲۔کلیات شہزاد مجددی،ص ۳۷۲

۱۵۳۔آپؐ اسرار ازل،ص ۴۷

۱۵۴۔صلوٰۃ نعت،ص ۱۲

۱۵۵۔نئی صدی نئی نعت،ص ۱۱۶

۱۵۶۔نعت ہوئی،ص ۶۷

۱۵۷۔نسیم سحر،نعت نگینے،راولپنڈی: نقش گر،۲۰۱۹،ص ۱۲۲

۱۵۸۔جواہرا،لاہور: نعت ورثہ پبلیکیشنز،۲۰۲۲ص ۱۶۴
۱۵۹۔جنید نسیم سیٹھی،ثنا نژاد،کراچی: نعت ریسرچ سنٹر،۲۰۲۱،ص ۱۱۱
۱۶۰۔تفسیر نعیمی،جلد اول،ص ۳۸
۱۶۱۔آئینہ عقیدت،ص ۳۶
۱۶۲۔امان خان دل،شہ لولاک،کراچی: فضلی سنز،۲۰۰۶،ص ۲۰۹
۱۶۳۔جواہرا،ص ۱۷۲
۱۶۴۔نور اللغات،ص ۲۴۵
۱۶۵۔سورہ رحمن،آیت ۶۰
۱۶۶۔آئینہ عقیدت،ص ۱۱۸
۱۶۷۔نور نہایارستہ،ص ۵۵
۱۶۸۔نعت نگینے،ص ۷۹
۱۶۹۔حاضری،ص ۴۱
۱۷۰۔جواہرا،ص ۵۴
۱۷۱۔محمد احمد زاہد،گلزار خیال،ننکانہ صاحب: الکرم نعت لائبریری،۲۰۲۲،ص ۶۲
۱۷۲۔سورہ البقرہ،آیت،۲۵
۱۷۳۔امام بخاری،محمد بن اسماعیل،صحیح بخاری)اردو ترجمہ،حافظ عبد الستار الحماد(،جلد چہارم،مکہ مکرمہ: دارالسلام،۱۴۳۱ھ،ص ۱۶۵
۱۷۴۔کوثریہ،ص ۶۴
۱۷۵۔عزیز احسن،نعت رنگ ۲۹،ص ۴۷۷
۱۷۶۔کلیاتِ شہزاد مجددی،ص ۲۲۹
۱۷۷۔آپؐ،اسرار ازل،ص ۶۶
۱۷۸۔آئینہ عقیدت،ص ۲۲
۱۷۹۔عبد المجید چٹھہ،مہکتا مدینہ،لاہور: نستعلیق مطبوعات،۲۰۱۵،ص ۱۰۷
۱۸۰۔سمعیہ ناز،خزینہ رحمت،اٹک،اکادمی فروغ نعت،۲۰۱۷،ص ۵۰

۱۸۱۔حفیظ تائب،کوثریہ،لاہور:القمر پرنٹرز،۲۰۰۳،ص ۸۹
۱۸۲۔سلسبیل،ص ۴۶
۱۸۳۔کلیاتِ نعت،ص ۹۰۵
۱۸۴۔جواہرا،ص ۱۵۰
۱۸۵۔کلیات قیصر نجفی،ص ۴۹۶
۱۸۶۔نئی صدی نئی نعت،ص ۱۹۳
۱۸۷۔کلیاتِ صبیح،ص ۲۶۲
۱۸۸۔نور نہایارستہ،ص ۴۹
۱۸۹۔نعت نگینے،ص ۴۷
۱۹۰۔آیاتِ نعت،ص ۵۲
۱۹۱۔سہ ماہی فنون لاہور،۱۳۸،ص ۲۸
۱۹۲۔صمیم سہیل احمد،الی النور،لاہور: نستعلیق مطبوعات،۲۰۲۳،ص ۴۲
۱۹۳۔سبیل،۵۶
۱۹۴۔جواہرا،ص ۶۳
۱۹۵۔نقش،ص ۶۳
۱۹۶۔جواہرا،ص ۴۱
۱۹۷۔ایضاً،ص ۲۰۲
۱۹۸۔فتح الباری فی شرح صحیح بخاری،ص ۱۹۲
۱۹۹۔وردِ مسلسل،ص ۱۳۰
۲۰۰۔کلیاتِ نعت،ص ۹۵۶
۲۰۱۔نئی صدی نئی نعت،ص ۳۱۰
۲۰۲۔قبلہ مقال،ص ۸۵
۲۰۳۔نعت نگینے،ص ۸۳
۲۰۴۔توشہ نور،ص ۱۰۰

۲۰۵۔شہاب صفدر،سبیل،لاہور: نستعلیق،۲۰۱۶،ص ۸۹

۲۰۶۔نئی صدی نئی نعت،ص ۱۲۴

۲۰۷۔علی رضا،ثنائے سرور،لاہور: نستعلیق مطبوعات، ۲۰۱۲،ص ۳۰

۲۰۸۔سہ ماہی فنون، ۱۳۲،ص ۲۶

۲۰۹۔نقش،ص ۱۲۶

۲۱۰۔جواہرا،ص ۴۱

۲۱۱۔سورہ نسا،آیت ۹۷

۲۱۲۔انوار جمال،ص ۹۲

۲۱۳۔نئی صدی نئی نعت،ص ۳۱۲

۲۱۴۔نصابِ غلامی،ص ۱۲۷

۲۱۵۔نعت نگینے،ص ۵۰

۲۱۶۔محمد امین ساجد سعیدی، تجلیِ حسن اِزل،لاہور؛ نستعلق مطبوعات،۲۰۲۱،ص ۷۵

۲۱۷۔آبجوئے کرم،ص ۸۶

۲۱۸۔سورہ الانبیا،آیت ۴۷

۲۱۹۔سورہ الاعراف،آیت ۸، ۹

۲۲۰۔سلسبیل،ص ۶۱

۲۲۱۔نئی صدی نئی نعت،ص ۱۱۷

۲۲۲۔آسمانِ رحمت،ص ۲۱۳

۲۲۳۔جواہرا،ص ۷۳

۲۲۴۔نئی صدی نئی نعت،ص ۲۸۷

۲۲۵۔حمیرا راحت، رسائی روشنی تک، کراچی: جہان حمد پبلی کیشن، ۲۰۱۳،ص ۸۵

۲۲۶۔حاضری،ص ۲۲

۲۲۷۔نقش،ص ۸۹

۲۲۸۔تجلی حسن ازل،ص ۹۲

۲۲۹۔توصیفِ تبسم، سلسبیل، اسلام آباد: عکاس پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء ص ۷۶
۲۳۰۔نئی صدی نئی نعت، ص ۱۸۱
۲۳۱۔لی مع اللہ، ص ۱۱۷
۲۳۲۔نئی صدی نئی نعت، ص، ۲۸۷
۲۳۳۔توشہ نور، ص ۲۱۱
۲۳۴۔سورہ یونس، آیت ۸۵
۲۳۵۔نئی صدی نئی نعت، ص ۹۵
۲۳۶۔طلع البدر وعلینا، ص ۱۱۰
۲۳۷۔آیاتِ، ص ۲۳۶
۲۳۸۔تجلی حسن ازل، ص ۴۷
۲۳۹۔نقش، ص ۵۵
۲۴۰۔ابونعیم، دلائل النبوت، مترجم قاری محمد طیب نقشبندی، لاہور: ضیاالقرآن پبلیکیشنز، ۲۰۰۱ء ص ۴۷
۲۴۱۔اشرف علی تھانوی، مولانا، نشر الطیب، لاہور: مشتاق بک کارنر، ۲۰۰۳ء، ص ۱۱
۲۴۲۔صلوٰۃ نعت، ص ۸۵
۲۴۳۔نعت ہوئی، ص ۶۶
۲۴۴۔توشہ نور، ص ۴۹
۲۴۵۔نقش، ص ۱۰۶
۲۴۶۔نئی صدی نئی نعت، ص ۲۴۶
۲۴۷۔طاہر القادری، علامہ، کتاب التوحید، لاہور: منہاج القرآن، ۲۰۰۷ء، جلد دوم، ص ۱۶۰
۲۴۸۔ابن ماجہ، محمد بن یزید ابی عبداللہ، سنن ابن ماجہ) اردو ترجمہ۔مولانا محمد قاسم امین (لاہور: مکتبہ العلم، س ن، ص ۴۰۸۔۴۰۹
۲۴۹۔کوثریہ، ص ۶۱
۲۵۰۔انوار جمال، ص ۸۸
۲۵۱۔کلیاتِ نصیر، ص ۱۱۸۰

۲۵۲۔توصیف تبسم، سلسبیل، اسلام آباد: عکاس پبلی کیشنز،۲۰۱۱ص ۴۲
۲۵۳۔کلیاتِ نعت، ص ۴۶۶
۲۵۴۔نصابِ غلامی، ص ۱۳۱
۲۵۵۔نعت ہوئی، ص ۶۰
۲۵۶۔صلوۃِ نعت، ص ۵۳
۲۵۷۔کلیاتِ صبیح رحمانی، ص ۲۶۰
۲۵۸۔نئی صدی نئی نعت، ص ۱۱۲، ۲۴۵
۲۵۹۔قبلہ مقال، ص ۱۱۴
۲۶۰۔فنون ۱۲۱، ص ۱۸
۲۶۱۔سورہ نسا، آیت ۱۶۳
۲۶۲۔امام بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری) اردو ترجمہ، حافظ عبدالستار الحماد(، جلد چہارم، مکہ مکرمہ: دارالسلام، ۱۴۳۱ھ، ص ۸۷۸، ۸۷۹
۲۶۳۔سلسبیل، ص ۴۹
۲۶۴۔کوثریہ، ص ۵۶
۲۶۵۔نصابِ غلامی، ص ۱۵۳
۲۶۶۔کلیات مجددی، ص ۳۰۷
۲۶۷۔کلیاتِ نعت، ص ۳۳۷
۲۶۸۔نعت رنگ شمارہ ۲۵، ص ۳۴
۲۶۹۔ریاض حسین زیدی، اے رسولِ امیںؐ، لاہور: انٹرنیشنل نعت مرکز، ۲۰۲۰، ص ۱۰۶
۲۷۰۔شہرِ علم کے دروازے پر، ص ۱۸
۲۷۱۔توشہ نور، ص ۲۰۱
۲۷۲۔سورہ الاحزاب، آیت ۵۶
۲۷۳۔صحیح بخاری (اردو)، ص ۷۵۴
۲۷۴۔طاقِ حرم، ص ۲۵

۲۷۵۔توصیف تبسم،سلسبیل،اسلام آباد: عکاس پبلی کیشنز،۲۰۱۱ص ۳۶
۲۷۶۔سہ ماہی فنون ۱۳۸ص ۲۵
۲۷۷۔آئینہ عقیدت،ص ۷۳
۲۷۸۔لی مع اللہ،ص ۱۲۱
۲۷۹۔قبلہ مقال،ص ۶۹
۲۸۰۔نعت خط،۲۱۵
۲۸۱۔علی رضا،توصیف پیمبر،لاہور: نستعلیق مطبوعات،۲۰۱۸،ص ۶۹
۲۸۲۔جلال الدین سیوطیؒ،علامہ،خصائص الکبری، جلداول،(اردو ترجمہ۔مولانا عبدالاحد قادری)لاہور: ممتاز اکیڈمی،س ن،ص ۱۷
۲۸۳۔طاق حرم،ص ۳۷
۲۸۴۔کلیات شہزاد مجددی،ص ۲۹۹
۲۸۵۔نعت دریچہ،ص ۴۳
۲۸۶۔آیاتِ محبت،ص ۲۷
۲۸۷۔نعت ہوئی،ص ۶۵
۲۸۸۔آئینہ عقیدت،ص ۷۸
۲۸۹۔حاضری،ص ۶۷
۲۹۰۔خصائص الکبریٰ، جلداول،ص ۳۰۹
۲۹۱۔نئی صدی نئی نعت،ص ۲۵۳
۲۹۲۔کوثریہ،ص ۴۴
۲۹۳۔کلیات عزیز احسن،ص ۴۲۰
۲۹۴۔نئی صدی نئی نعت،ص ۷۹
۲۹۵۔ابن حجر مکی،امام،نعمت کبری)اردو(،لاہور: زاویہ پبلیشرز،۲۰۱۴،ص ۷۹
۲۹۶۔عبدالحق،شاہ،محدث دہلوی،مدارج النبوت)اردو(،لاہور : شبیر بادرز،۲۰۰۴ جلداول،ص ۲۵۷
۲۹۷۔کلیات قیصر نجفی،ص ۵۱۵

۲۹۸۔محمد حنیف نازش قادری،نعت ہوئی،لاہور:انٹرنیشنل نعت مرکز،۲۰۱۹،ص ۱۱۵
۲۹۹۔عابد سعید عابد،قبولیت،راولپنڈی:فیض الاسلام پریس،۲۰۰۴،ص ۳۱
۳۰۰۔شہ لولاکؐ،ص ۱۲۲
۳۰۱۔نئی صدی نئی نعت،ص ۹۸
۳۰۲۔ابن کثیر،عماالدین،حافظ،تاریخ ابن کثیر،کراچی:دارالشاعت،۲۰۰۸،جلد سوم،ص ۵۶۲
۳۰۳۔صلوٰۃ نعت،ص ۲۲
۳۰۴۔کلیاتِ قیصر نجفی،ص ۴۴۵
۳۰۵۔مدح محمود،ص ۱۶۹
۳۰۶۔نئی صدی نئی نعت،ص ۷۷
۳۰۷۔خصائص الکبری،جلد اول،ص ۱۴۳
۳۰۸۔سلسبیل،ص ۵۹
۳۰۹۔صلوٰۃ نعت،ص ۲۷
۳۱۰۔کلیات قیصر نجفی،ص ۴۳۶
۳۱۱۔نعت خط،ص ۲۷۰
۳۱۲۔نقش،ص ۱۲۱
۳۱۳۔سورہ الانبیا،آیت ۱۰۷
۳۱۴۔سورہ القلم،آیت ۴
۳۱۵۔جلال الدین سیوطیؒ،علامہ،تفسیر درمنثور،)اردو ترجمہ،پیر کرم شاہ(جلد چہارم،لاہور:ضیاالقرآن پبلی کیشنز،۲۰۰۶،ص ۹۰۰
۳۱۶۔عبدالعزیز،شاہ،محدث دہلوی،تفسیر عزیزی)اردو ترجمہ محمد محفوظ الحق(لاہور:نوریہ رضویہ پبلی کیشنز،۲۰۰۸،ص ۶۶
۳۱۷۔انوار جمال،ص ۹۷
۳۱۸۔آسمان رحمت،ص ۶۵
۳۱۹۔کلیات عزیز احسن،ص ۱۸۹

۳۲۰۔رشید ساقی، آئینہ عقیدت، اسلام آباد: پیپر کمیونیکیشن سسٹم، ۲۰۱۴،ص ۸۲
۳۲۱۔نئی صدی نئی نعت،ص ۲۰۸
۳۲۲۔آبجوئے کرم،ص ۶۹
۳۲۳۔ادراکِ فروزاں،ص ۱۵۰
۳۲۴۔صفی مبارک پوری، مولانا، الرحیق المختوم، لاہور: مکتبہ سلفیہ، ۲۰۰۰،ص ۶۱۴
۳۲۵۔سورہ المائدہ، آیت ۳
۳۲۶۔وردِ مسلسل،ص ۹۶
۳۲۷۔کلیات خالد احمد،ص ۸۴۰
۳۲۸۔آپ، اسرارازل،ص ۸۵
۳۲۹۔حاضری،ص ۱۰۳

باب سوم

اردو نعت رسول مقبولؐ میں تاریخی تلمیحات

ایسی تلمیحات جو تاریخ کے مآخذ و مصادر پر مبنی ہوں، تاریخی تلمیح کہلاتی ہیں۔ان تلمیحات میں واقعیت اور حقیقت کی موجودگی ضروری ہے۔ان تلمیحات کے ساتھ جو واقعات یا داستانیں وابستہ ہیں وہ فرضی یا خیالی نہیں ہوتیں بل کہ ان سے حقیقی معاملات و واقعات منسلک ہوتے ہیں۔اردو شاعری میں تاریخی تلمیحات کا ایک اہم مآخذ اسلامی تاریخ ہے،حضور اکرمؐ،خلفائے راشدینؓ،اموی وعباسی ادوار کے بعد مسلم ممالک کی ایک طویل تاریخ ہے جس کے اشارات و تلمیحات اردو ادب میں استعمال ہوتے ہیں ۔اسلامی تاریخ کا ایک اہم باب تصوف سے ماخوذ تلمیحات بھی ہیں۔علاوہ ازیں عالمی تاریخی تلمیحات بھی ہیں جن میں قدیم یونان،ایران،روم،چین،ترکمانستان اور ہندوستان کے حکمرانوں کے تذکرے شامل ہیں اور یورپ کی انقلابی شخصیات کا تذکرہ بھی۔ارسطو، اسکندر اعظم،سقراط،افلاطون،دارا،جمشید،اردشیر خان، نوشیروان عادل،خسرو پرویز، قیصر وکسریٰ، چنگیز خان،مسولینی،نپولین،کولمبس وغیرہ بھی تاریخی تلمیحات کے ذریعے اردو کے شعری ادب میں زندہ ہیں۔

اسلامی تاریخ سے متعلق تلمیحات میں عہد رسالت کے واقعات بھی آجاتے ہیں،جن میں حضورؐ کی غزوات میں شرکت،جنگوں کے واقعات،اصحاب رسولؐ کی زندگی سے وابستہ واقعات،تابعین اور بعد زمانوں کے واقعات جو تاریخ اسلام کا حصہ رہے ہیں،یہ سب تاریخی تلمیحات ہیں۔اردو شعرا نے اسلامی تاریخ کی نامور شخصیات بالخصوص اصحابِ رسولؐ،ازدواج مطہرات،سیدالنسا حضرت فاطمہ زہرہ سلام اللہ علیہ،حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ،حضرت عثمان غنیؓ حضرت علی المرتضیٰؓ،حضرت خالد بن ولیدؓ،حضرت ابوذر غفاریؓ،حضرت سلمان فارسیؓ،حضرت ابوایوب انصاریؓ،حضرت بلالؓ،حضرت اویس قرنیؒ،شہدائے کربلا سمیت سیکڑوں ایسی شخصیات ہیں جن کا ذکر تلمیح کی صورت شعر وادب میں موجود ہے۔

خلافت عثمانیہ،خلافت بنو امیہ،خلافت بنو عباس اور عرب وعجم سے لے کر ہندوستان کی اسلامی تاریخ تک کے واقعات اردو شاعری میں مذکور رہے ہیں۔عرب وعجم کی تلمیحی شخصیتوں میں طارق بن زیاد،عبدالرحمن اول،ہارون الرشید،مامون الرشید، سلطان سنجر وسلیم، طغرل،قطب الدین ایبک،شیر شاہ سوری،اکبر و جہانگیر،ٹیپو سلطان،غزنوی،امیر تیمور،غوری،نادر شاہ سمیت اسلامی دنیا کی ہر اہم شخصیت اور ہر

اہم واقعہ جو تاریخی کتب میں موجود ہے، وہ تلمیح کی صورت اردو شاعری میں نظر آتا ہے ۔ اردو شعرا میں اقبال ایک ایسا شاعر ہے جس نے اسلامی تلمیحات کو کثرت کے ساتھ برتا ہے ۔

پروانے کو چراغ ، بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسول بس ۱

قافلۂ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں
گرچہ ہیں تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات ۲

واقعہ کربلا کے بیان میں تو کتابوں کی کتابیں تخلیق ہو چکی ہیں، اس تلمیح کے بیان نے اردو مرثیہ کے ساتھ غزل اور دیگر اصناف کو بھی ثروت مند کیا ہے ۔ سیکڑوں نہیں ہزاروں اشعار اس کے حوالے سے پیش کیے جا سکتے ہیں اور اس تلمیح کو ہر شاعر کے ہاں تلاش کیا جا سکتا ہے ۔ ذیل میں ہم اسلامی تاریخ کی ان تلمیحات کا جائزہ لیتے ہیں جو اردو نعت میں کثرت سے استعمال ہوئی ہیں ۔

غزوہ بدر:

جنگ بدر کو اسلامی تاریخ میں بہت اہمیت حاصل ہے ۔ یہ کفر و اسلام کے مابین سب سے اہم جنگ تھی، وہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کی قیادت میں تین سو تیرہ مسلمانوں کو قریش مکہ کے ایک ہزار کے اسلحہ سے لیس لشکر کیخلاف فتح عطا فرمائی اور اس فتح نے جہاں مسلمانوں کے جوش کو جلا بخشی وہیں اسلام کے فروغ کی راہیں بھی کشادہ کیں ۔ اس معرکہ سے اسلام ایک عظیم قوت بن کر سامنے آیا اور کفار کا غرور خاک میں مل گیا ۔ حضور اکرمؐ کو اس جنگ میں کامیابی کی بشارت اللہ تعالیٰ نے دے دی تھی تاہم مسلمان بہت نظم و ضبط کے ساتھ لڑے اور بہت کم نقصان کے بدلے ایک اہم معرکہ جیت گئے ۔ اس جنگ میں قریش مکہ کے بڑے بڑے سردار عتبہ، ولید، ابوجہل اور دیگر مارے گئے، کفار کے ستر لشکری ہلاک جبکہ جان نثاران اسلام کے چودہ ساتھی شہید ہوئے ۔

اسلام دشمنی کے علاوہ (کیونکہ مدینہ سے اسلام کا پیغام ہر طرف آسانی سے پھیلنے لگا تھا اور لوگ جوق در جوق اسلام کی دولت سے فیض یاب ہو رہے تھے) اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ مکہ اور شام کے درمیان تجارتی شاہراہ مدینہ سے گزرتی تھی اور قریش کو خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں یہ شاہراہ مسلمانوں کے قبضہ میں نہ آجائے ۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کو نصرت الٰہی بھی حاصل تھی ۔ علامہ نور بخش توکلی لکھتے ہیں:

''عریش ہی میں آنحضرتؐ کی آنکھ لگ گئی، جب بیدار ہوئے تو فرمایا، اے ابو بکر اللہ کی نصرت آ پہنچی ،حضرت جبرئیلؑ گھوڑے پر سوار باگ پکڑے آرہے ہیں اور ان کے دندان پیشین پر غبار ہے ۔اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی 'اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملیکتہ مردفین'۔ پہلے ہزار فرشتے آئے، پھر تین ہزار ہو گئے ۔بعد ازاں بصورت تقوی پانچ ہزار ہو گئے اس جنگ میں مسلمانوں کے ذوق شہادت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ موت کے بعد ملنے والی دائمی حیات کے لیے فانی زندگی کی قربانی کے لیے تیار یہ جان نثاران اسلام بے جگری سے لڑے اور اسلام کا پرچم بلند سے بلند تر کر دیا۔ اپنے بڑے سرداروں کی موت دیکھتے ہی کفار کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا، مسلمانوں نے جن دشمنوں کو قیدی بنایا، انھیں فدیہ لے کر رہا کر دیا گیا۔ قیدیوں کو جب مدینہ لایا گیا تو حضورؐ نے ان سے حسن سلوک کی ہدایت کی''۔ ۳ؔ

کفر و اسلام کا یہ معرکہ بدر کے مقام پر ۱۷ رمضان المبارک دو ہجری کو وقوع پذیر ہوا۔ کفار کا ایک ہزار کا لشکر آہن پوش اور اسلحہ سے لیس تھا جبکہ مسلمانوں کے اس مختصر سے قافلے کے پاس ستر اونٹ اور دو گھوڑے تھے۔

غزوہ احد:

غزوہ بدر میں شکست اور اپنے بڑے سرداروں کی ہلاکت قریش مکہ برداشت نہ کر سکے اور انتقام کی آگ میں جلنے لگے ۔انتقام کی اس آگ نے انھیں مسلمانوں پر دوبارہ حملہ کرنے پر اکسایا اور دشمنان اسلام ابوسفیان کی قیادت میں تین ہزار کا لشکر، ماہ شوال تین ہجری کو معرکہ احد کے لیے روانہ ہوا۔ کفار نے جنگ کے لیے دوسرے قبائل کو بھی آمادہ کیا اور اپنے لشکر میں خواتین کو بھی شامل کر لیا۔ حضورؐ بھی دشمنوں کی اس سازش سے آگاہ تھے، اس لیے سرفروشان اسلام کو اکٹھا کیا اور ایک ہزار کا لشکر میدان احد کے لیے روانہ کیا۔ اس لشکر میں منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی بھی شامل تھا، جس نے اپنے تین سو ساتھیوں سمیت، راستے میں ہی لشکر سے علاحدگی اختیار کر لی اور بہانہ بنایا کہ چوں کہ جنگ سے متعلق میرا مشورہ نہیں مانا گیا لہٰذا مدینہ شہر سے باہر جنگ نہیں لڑوں گا۔

حضورؐ سات سو اصحاب کو لے کر میدان احد پہنچے اور کفار سے معرکہ آرائی کی ۔اس لڑائی میں دونوں طرف بہت نقصان ہوا۔ اس جنگ میں حضورؐ کی شہادت کی افواہ سے مسلمان لشکر میں کم ہمتی پھیلا دی گئی جس پر کچھ اصحاب نے میدان جنگ چھوڑ دیا لیکن تین دن بعد حقیقت حال جان کر واپس آ گئے ۔اسی جنگ

میں سرکار دو عالمؐ کے دندان مبارک شہید ہونے کی روایات بھی ملتی ہیں ۔ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے اسی جنگ میں حضورؐ کے چچا امیر حمزہؓ کا کلیجہ چبایا تھا۔اس جنگ میں ستر مسلمان شہید ہوئے جنھیں میدان احد ہی میں دفن کر دیا گیا۔مسلمان خواتین بھی جنگ میں شامل ہوئیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی اور مرہم پٹی کرتی رہیں۔

غزوہ خندق:

غزوہ احد کے بعد مشرکین مکہ نے یہودیوں اور دیگر دشمنان اسلام کو ساتھ ملایا اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے معاہدے کیے۔مشرکین نے معرکہ احد کے بعد سن پانچ ہجری میں ایک بار پھر مسلمانوں کے خلاف صف بندی کی ۔ابوسفیان اتحادی فوجیوں کے ساتھ دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔حضور اکرمؐ نے مخالفین کی لشکر کشی کا سن کر، ساتھیوں سے مشورہ کیا اور حضرت سلمان فارسیؓ کی تجویز پر مدینہ شہر کے باہر خندق کھود کر دشمنوں کا مقابلہ کیا۔اسی خندق کی وجہ سے اس غزوہ کو غزوہ خندق کہا جاتا ہے۔مسلمانوں نے خواتین اور بچوں کو محفوظ جگہ پر جمع کر دیا اور تین ہزار جان نثار حضور اکرمؐ کی قیادت میں جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔کفار ایک ماہ تک مدینہ شہر کا محاصرہ کیے رہے مگر خندق عبور نہ کر سکے۔دوسری طرف موسم کی خرابی اور لشکر میں پھوٹ پڑنے کے باعث کفار کو جنگ چھوڑ کا بھاگنا پڑ گیا۔

غزوہ خیبر:

غزوہ خندق میں ناکامی کے باوجود کفار اسلام دشمنی سے باز نہ آئے اور اسلام کو مٹانے کے لیے برابر سازشیں کرتے رہے۔کئی یہودی سردار بھی اس اسلام دشمنی میں آگے آگے تھے اور خیبر کے یہودیوں کو تو اسلام سے بیر تھا۔غزوہ غابہ کے تین دن بعد ماہ محرم سن سات ہجری میں غزوہ خیبر کا معرکہ ہوا۔خیبر مدینہ سے ساٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر یہودی آبادی کا شہر تھا اور ان یہودیوں کی اسلام دشمنی اور فوجی طاقت مسلمانوں کے لیے خطرہ بنی ہوئی تھی، اس لیے حضورؐ نے اس شہر کو فتح کرنے کا فیصلہ کر لیا۔رئیس المنافقین ابن ابی نے دشمنوں کو مسلمانوں کی لشکر کشی کی اطلاع پہنچا دی۔حضور اکرمؐ ۱۶ سو جنگجو لے کر نکلے اور چھوٹے قلعے فتح کر لینے کے بعد خیبر کا محاصرہ کر لیا۔

اسی جنگ میں مشہور یہودی پہلوان مرحب، حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ہاتھوں قتل ہوا اور اس کے ساتھی خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلے۔حضرت علی المرتضیٰؓ نے خیبر کا وہ دروزاہ، جسے بیس آدمی مل کر کھولتے تھے، اکیلے ہی اکھاڑ کر پھینک دیا اور یوں قلعہ فتح کر لیا گیا۔اس معرکے میں ۹۳ یہودی ہلاک اور پندرہ

صحابہ کرامؓ شہید ہوئے۔حضور اکرمؐ نے زرعی زمیں یہودیوں کی درخواست پر ان کے پاس رہنے دی۔
علامہ نور بخش توکلی لکھتے ہیں:

”فتح کے بعد زمین خیبر پر قبضہ کرلیا گیا مگر یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ زمیں ہمارے قبضہ میں رہے۔ہم پیداوار کا نصف آپؐ کو دے دیا کریں گے۔آپؐ نے یہ درخواست منظور کی اور فرمایا'ہم تمھیں برقرار رکھیں گے،جب تک ہم چاہیں'۔جب غلہ کا وقت آیا تو آپؐ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو وہاں بھیج دیا۔انھوں نے غلہ کو دو حصوں میں تقسیم کرکے یہود سے کہا کہ جو حصہ چاہو لے لو۔اس پر وہ حیران ہو کر کہنے لگے کہ'زمین و آسمان ایسے ہی عدل سے قائم ہیں'۔“ [۴]

غزوہ حنین:

فتح مکہ اور یہودیوں کی شکست پر قبیلہ ہوازن اس قدر برہم ہوا کہ وہ جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔وہ پہلے ہی مسلمانوں کی کامیابیوں پر برافروختہ تھا،اس لیے اب اس نے حملے کی تیاری شروع کردی۔کفار سے جنگوں کے سلسلے کی یہ جنگ حنین کے مقام پر لڑی گئی۔حضور اکرمؐ کو جب اس حملے کی اطلاع ملی تو سرکار علیہ سلام نے جوابی حکمت عملی تیار کی اور شوال آٹھ ہجری میں حنین کے مقام پر پہنچ گئے جہاں دشمن پہلے ہی سے صف آرا تھا۔دشمنوں نے اسلامی لشکر آتے دیکھ کر تیروں کی بارش کردی جس پر کچھ نو مسلم لشکری گھبرائے اور راہ واپسی کی راہ لی لیکن حضور اکرمؐ کے پائے استقلال میں ذرہ بھر کمی نہ آئی اور آپؐ آگے بڑھتے چلے گئے۔حضرت عباسؓ نے مہاجرین اور انصار کو پکارا جس پر انھوں نے لبیک کہا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے جان نثاران اسلام نے اس شدت سے حملہ کیا کہ دشمن بدحواس ہو کر بھاگ کھڑا ہوا۔مذکورہ بالا تمام غزوات کا ذکر کثرت سے اردو شاعری بالخصوص نعت میں کیا جاتا ہے۔اکیسویں صدی کی نعت سے ان تلمیحات کے کچھ نمونے درج ذیل ہیں۔مذکورہ بالا غزوات سے متعلق تلمیحات چوں کہ زیادہ تر ایک ساتھ ہی استعمال ہوئی ہیں،اس لیے ان سب سے متعلق اشعار یکجا درج کیے جا رہے ہیں۔

تم حنین و احد کی جنگوں سے
جانچو سرکارؐ کی شجاعت کو
راجا رشید محمود [۵]

ہوتا احد کی جنگ میں شہزاد گر شریک
خود کو نہ ان کی ڈھال بناتا کہاں کہاں
شہزاد مجددی [۶]

بدر و خندق اور خیبر میں جو چمکے تھے کبھی
اُن کواکب سے ملی دل کو وفا کی روشنی
عزیز احسن ۷

سرخرو بدر اور خندق سے
داستاں جرات و حریت کی
ریاض مجید ۸

قوتِ بازو ہے کتنی،کون کہہ سکتا ہے یہ
اک نظر اٹھی علیؓ کی اور درِ خیبر کھلا
نورالحسن نورنوابی عزیزی ۹

جنگِ حنین میں جان لٹانے
تنہا کف بہ رکاب کھڑا تھا
خالد احمد ۱۰

بدر سے کربلا نہیں کچھ دور
کربلا میں اُسیؐ کا لشکر ہے
حسن عسکری کاظمی ۱۱

غزوۂ بدر و احد میں آپؐ کے سب جاں نثار
آپؐ کے صدقے ہوئے فتح وظفر سے فیضیاب
عزیزالدین خاکی ۱۲

مولا ہے ترے جان نثاروں پہ کڑا وقت
کھاتی ہے کلیجے کئی اک ہندہ شب و روز
شہاب صفدر ۱۳

حضرت ابوبکر صدیقؓ :

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور کریمؐ کے قریبی ساتھیوں میں سے ہیں۔ پہلے خلیفہ، بالغ مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے اور عشرہ مبشرہ میں شامل ہونے کے علاوہ حضور اکرمؐ کے سسر

بھی ہیں ۔اوائل عمری سے ہی پا کیزہ طبع اور بااخلاق تھے،مہمان نوازی فقرااور مساکین کی مدد میں پیش پیش رہتے ۔اسلام لانے سے پہلے تجارت کے پیشہ سے وابستہ رہے،قریش کے ایک صاحبِ ثروت فرد تھے ۔واقعۂ معراج کی تصدیق کرنے پر حضور کریمؐ نے صدیق کے لقب سے نوازا۔سرکار دوعالمؐ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے اوراسلام کے لیے اپنا سارا مال ومتاع قربان کر دیا تھا۔غارِثور کے ساتھی اور ہجرت مدینہ میں رفیقِ سفر رہے۔ان کے عہدِ خلافت میں منکرین زکواۃ،مرتد قبائل اور جھوٹے مدعیان نبوت کی سرکوبی کی گئی۔قرآن مجید کی تدوین کے لیے مجلس قائم کی۔شام اور عراق کی فتوحات کے لیے لشکر بھجوائے۔تریسٹھ برس کی عمر میں خالق حقیقی سے جا ملے اور روضۂ رسولؐ میں آرام فرما ہوئے۔

حضرت عمر فاروقؓ:

حضرت عمرؓ دوسرے خلیفہ راشد اور عشرہ مبشرہ میں شامل ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔وہ باعظمت شخصیت تھے،اس لیے انؓ کے ایمان لانے سے اسلام کو طاقت ملی کیوں کہ اس وقت تک صرف ۴۰، ۵۰ آدمی ایمان لائے تھے۔علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

> ''حضرت حمزہؓ نے بھی اسلام قبول کرلیا تھا تاہم اپنے مذہبی فرائض اعلانیہ ادا نہیں کرسکتے تھے۔اور کعبہ میں تو نماز پڑھنا بالکل ناممکن تھا۔حضرت عمرؓ کے اسلام کے ساتھ دفعتاً یہ حالت بدل گئی۔انھوں نے اپنا اسلام ظاہر کیا،کافروں نے اول اول ان پر بڑی شدت کی لیکن وہ برابر ثابت قدمی سے مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ کعبہ میں جا کر نماز ادا کی''۔[۱۴]

آپؓ ایک عادل اور انصاف پسند حکمران کے طور جانے جاتے ہیں۔غزوۂ بدر،احد اور خندق سمیت دوسرے غزوات میں شریک ہوئے۔اسلام کے لیے بہت قربانیاں دیں،اسلام کی ترقی وترویج کے لیے کئی اصلاحات کیں۔ہزاروں مربع میل پر مشتمل علاقے ان کے دور میں فتح ہوئے۔پولیس،فوج، عدلیہ،احتساب،جیل خانے جیسے محکمے متعارف کرائے،چونگی اور ٹیکس کا نظام وضع کیا۔حکام کے لیے سرکاری رہائشیں،مسجدیں،سڑک،پل،مہمان خانے،فوجی چھاونیاں،قلعے بنانے کے ساتھ کئی نئے شہر بھی آباد کیے۔ان کے قبولِ اسلام کی دعا خود حضورؐ نے مانگی تھی،اس لیے انھیں مرادِ رسولؐ بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ:

حضرت عثمانؓ خلافت راشدہ کے تیسرے ستون اور دامادِ رسولؐ تھے۔حضورؐ اکرم کی دو

صاحبزادیاں ان کے نکاح میں آئیں، اس لیے انھیں ذوالنورین بھی کہا جاتا ہے۔ اسلام لانے والے دوسرے مرد تھے، انھوں نے صدیق اکبرؓ کی دعوت پر اسلام قبول کیا، سیرت و کردار میں عفت مآب، پارسا، دیانت دار اور امانت دار انسان تھے۔ ان کے شرم وحیا پر حضورؐ نے فرمایا ''میری امت کا سب سے سچا حیادار عثمانؓ ہے''۔ ۱۵؎

سخی اس قدر تھے کہ غنی مشہور ہو گئے۔ دولت وثروت کے باوجود کبھی امیرانہ طرزِ زندگی اختیار نہ کیا بل کہ سادگی اور تواضع کے ساتھ وقت گزارا۔ اپنا کام خود کرتے اور کسی کو تکلیف نہ دیتے، حضور کریمؐ کے ساتھ تقریباً تمام غزوات میں شریک رہے اور کتابت وحی کا اعزاز بھی انھیں حاصل رہا۔ اپنے مال و دولت سے جتنا نفع انھوں نے اسلام کو پہنچایا، اس کی مثال نہیں ملتی۔ ایثار و قربانی بھی ان کی شخصیت کے نمایاں اوصاف تھے۔ مہاجرین مدینہ کے لیے پانی کا کنواں بیس ہزار درہم میں خرید کر وقف کر دیا۔ ان کے دور خلافت میں بہت سی فتوحات ہوئیں، انھیں کئی طرح کے مسائل کا سامنا کرنا پڑا مگر ہر مشکل کے سامنے ڈٹے رہے۔ اسلام کے لیے جان و مال، ہر دو طرح کی قربانی دی۔ ان کے عہد میں قرآن جمع ہوا، مسجد نبوی اور مسجد الحرام کی توسیع بھی ہوئی۔ ان کے دور کے آخری ایام بہت تکلیف دہ رہے یہاں تک کہ چالیس دن کے محاصرے کے بعد انھیں شہید کر دیا گیا۔

حضرت علی المرتضیٰؓ:

حضرت علی کرم اللہ وجہ، حضور اکرمؐ کے چچا زاد بھائی اور داماد تھے، بچوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ ان کی کفالت کی ذمہ داری حضورؐ نے لی تھی، اس لیے ان کی پرورش حضور نبی کریمؐ کے زیرِ سایہ ہوئی۔ شجاعت ان کا خاص وصف تھا، اس لیے غزوات میں شریک ہو کر داد شجاعت پاتے رہے۔ خاص طور پر غزوۂ بدر میں دشمنوں کے تجربہ کار جنگ جو پچھاڑ کر بہادری کی دھاک بٹھا دی۔ غزوۂ احد، خندق اور بدر سمیت تمام غزوات میں شریک ہوئے اور اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ کعبہ میں موجود سب سے بڑے بت کو بھی علی المرتضیٰؓ نے گرایا۔ انھوں نے اپنی عمر کے پچیس، چھبیس برس سرکار دو عالمؐ کی قربت میں گزارے، حضور اکرمؐ سے والہانہ محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ زہد و تقویٰ اور حاجت براری میں بے مثال، اصابت رائے اور علم میں بھی کمال رکھتے تھے۔ ان کے فضائل میں درج ہے:

''حضرت علی کرم اللہ وجہ نے ابتدا ہی سے علم وفضل کے گہوارہ میں تربیت پائی تھی۔ اس لیے صحابہ

کرامؓ میں آپؓ کو غیر معمولی تجربہ اور فضل وکمال کے مالک اور اُونا مدینۃ العلم وعلی بابھا (میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں) کے طغرائے خاص سے ممتاز ہوئے''۔ ۱۶

آپؓ نے خلافت راشدہ کے چوتھے ستون کی حیثیت سے بھی اسلام کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ خود بھی مردمیدان تھے اور اُن کی اولاد نے بھی مردِ میدان ہونا پسند کیا۔ کربلا میں ان کے خانوادے نے جان کی قربانی دے کر دین کی حفاظت کی۔ خلفائے راشدین سے متعلق تلمیحات بھی اکثر اشعار میں ایک ساتھ آئی ہیں، اس لیے انھیں بھی یہاں یکجا کر دیا گیا ہے۔

پیش رووں کا مشیر ابن عمِ مصطفیؐ
خوش لقب بوترابؓ خوش نسب بوالحسن

علیم ناصری ۱۷

جانبِ شہر عِلم آئے کوئی
اس میں دروازہ صرف حیدرؓ ہے

حسن عسکری کاظمی ۱۸

ابوبکرؓ و عمرؓ ہوں یا کہ عثمانؓ و علیؓ ہوں
اُسی بزم ِشعور و شوق کے شہ کار سارے

جلیل عالی ۱۹

خفا نہ ہوتے کبھی آپؐ وقتِ سجدہ بھی
سوار کاندھے پہ ہو جاتے گر علیؓ کے پھول

عثمان قیصر ۲۰

علیؓ، عمرؓ ، حسنینؓ ، بتولؓ ، ابی بکرؓ
سیدنا عثمانؓ مدینے والے کا

گستاخ بخاری ۲۱

مانگ کر جس کو لیں خدا سے حضورؐ
اُس عمرؓ کا وقار کیا کہیے

محمد عارف قادری ۲۲

بوبکرؓ سے سلمانؓ و اویسؓ قرنیؓ تک
الطاف کی ،رحمت کی گھٹا سب کے لیے ہے
ابوالخیر کشفی ۲۳؎

فتح ِ خیبر میں دعائیں بھی نبی کی ساتھ تھیں
گو علیؓ کے زورِ بازو سے درِ خیبر کھلا
امان خاں دل ۲۴؎

سیدۃ النسا حضرت فاطمہ زہرہؓ:

سیدہ الزہرہؓ ،سرکار دو عالمؐ کی صاحبزادی اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کی زوجہ محترمہ تھیں ۔سیدۃ النسا،خاتونِ جنت ،بتول اور کئی دیگر آپ کے القاب ہیں جبکہ ام الائمہ،ام السبطین اور ام الحسنین آپ کی کنیت ہے ۔آپؓ کی والدہ کا نام حضرت خدیجۃ الکبریؓ تھا۔حضور نبی کریمؐ نے آپ کا نام فاطمہ رکھا۔سیدۃ النساؓ نے ساری زندگی زہد و عبادت میں گزاری ،سادگی ،فیاضی ،دردمندی ،خیر خواہی سمیت جملہ اوصاف کی حامل تھیں،حضور اکرمؐ کی خبر گیری سے لمحہ بھر کو لاتعلق نہ رہتیں ۔غزوات کے دوران میدان جنگ میں پہنچ جاتیں اور سرکارؐ کی معاون ہوتیں ۔ان کی سیرت سے متعلق کتب میں ہے :

''سیدہ فاطمہؓ جو حضورؐ کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی تھیں ،بچپن سے لے کر جوانی تک حضور اکرمؐ ہی کے سایہ رحمت و عاطفت میں رہیں ،اس لیے وہ بہترین تربیت پا گئیں ۔پھر ان کو شوہر محترم یعنی علیؓ بھی ایسے ملے جو اپنے خسرؐ ہی کے شاگرد اور تربیت یافتہ تھے ۔اس نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا اور فاطمہؓ تمام دینی و دنیوی امور میں ماہرہ کاملہ بن گئیں ۔یہ ہے سبب جناب فاطمہؓ کے عزت پانے کا اسی لیے ان کو سیدۃ النسا العالمین اور سیدۃ النسا اھل الجنۃ کے خطابات ملے ۔اسی لیے ان کے متعلق فرمایا (فَاطِمَۃُ بَضعَۃٌ مِنیِ اَغضَبنِی)'فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے پس جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا' ۔یہ فاطمہؓ کی اطاعت و فرمانبرداری ہی تھی کی انھوں نے اللہ تعالیٰ کو اس کے حق کے مطابق مانا اور جانا ۔اپنے والد کے بلند ترین مقام کو پہچانا اور ان کے ہر حکم کی تعمیل کی فرمائی'' ۔۲۵؎

ہیں علیؓ و فاطمہؓ نورِ نگاہِ مصطفیٰؐ
سبطِ پیغمبر ہیں جانِ رحمت للعالمینؐ
محبوب الٰہی عطا ۲۶؎

صدقہ زہرہؓ، عطا ہو جنبشِ ابرو کی بھیک
کیجئے رحمت سے میرے جان و تن آراستہ
جنید نسیم سیٹھی ۲۷

نعتِ نبیؐ کا عکس مناجاتِ فاطمہؓ
کاشانۂ رسولؐ شبستانِ نعت ہے
ارم اقبال نقوی ۲۸

دروازہ بتولؓ پہ آیاتِ روشنی
دروازۂ بتولؓ ہی ایوانِ نعت ہے
راحل بخاری ۲۹

زہرہؓ، حسنؓ حسینؓ ہوں یا بوترابؓ ہوں
سارا گھرانہ شاہ کا ایوانِ نعت ہے
اویس راجہ ۳۰

حسنین کریمینؑ:

حسنین کریمین (امام حسنؑ اور امام حسینؑ) حضرت علی المرتضیٰؑ کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت علی کرم وجہ نے ان کے نام بالترتیب حمزہ اور جعفر رکھے تھے مگر حضورؐ کے مشورے پر حسنؑ اور حسینؑ سے تبدیل کر دیے۔ کتب حدیث وسیر میں حسنین کریمینؑ کے بہت فضائل بیان ہوئے ہیں، وہ اہل بیت رسولؐ ہیں اور جوانانِ جنت کے سردار بھی، حضور نبی کریمؐ نے ان سے محبت کو واجب قرار دیا ہے۔

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آیت مبارکہ'فرمادیں میں تم سے اس (تبلیغ حق اور خیرخواہی) کا صلہ نہیں چاہتا بجز اہل قرابت سے محبت کے'نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپؐ کے کون سے قرابت دار ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ آپؐ نے فرمایا علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے (حسن وحسین)''۔ ۳۱

دونوں شہزادوں کا بچپن سرکار دوعالمؐ کے سایے میں گزرا، حضورؐ ان سے بہت محبت کرتے، ان کی پریشانی پر پریشان ہو جاتے۔

''حضرت ابوبریدہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریمؐ ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، اتنے میں حسنین

کریمینؑ تشریف لائے،انھوں نے سرخ رنگ کی قمیصیں پہنی ہوئی تھیں اور وہ (صغر سنی کی وجہ سے) لڑکھڑا کر چل رہے تھے۔حضور نبی اکرمؐ (انھیں دیکھ کر) منبر سے نیچے تشریف لے آئے ،دونوں (شہزادوں) کو اٹھایا اور اپنے سامنے بٹھالیا۔پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ’تمھارے اموال اور تمھاری اولاد آزمائش ہی ہیں‘۔میں نے ان بچوں کو لڑکھڑا کر چلتے دیکھا تو مجھ سے رہا نہ گیا حتیٰ کہ میں نے اپنی بات کاٹ کر انھیں اٹھالیا‘‘۔ ۳۲

حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ رہبرِ کاملؐ کے اسوہ پر عمل پیرا رہے اور آئینِ محمدؐ کی حفاظت کے لیے کربلا میں جان تک قربان کردی۔حضور نبی اکرمؐ کے شہزادے حضرت امام حسینؑ نے جان نثار ساتھیوں سمیت حق کی خاطر شہادت قبول کر لی مگر یزید کی بیعت نہ کی۔

ہیں جوانوں کے لیے نورِ ہدایت حسنینؓ
بیٹیوں کے لیے مینارۂ تاباں ہے بتولؓ
علیم ناصری ۳۳

گفتار میں در آئے مری کیف و سرور
بن جائیں مرے نطق و دہن نور ہی نور
سکھلا دو مجھے مدح سرائی کا ہنر
حسنین کریمینؑ کے صدقے میں حضورؐ
محبوب الٰہی عطا ۳۴

حسنؑ، حسینؑ سے یوں بھی ہے اتنا پیار ہمیں
کہ اُن کے نقش سبھی آنحضورؐ والے تھے
نسیم سحر ۳۵

نبی زادوں کے نقشِ پا ملیں گے
مدینے کی زمیں سے کربلا تک
اختر سعیدی ۳۶

حسنؓ اور حسینؓ نعت کی تصویرِ اصل ہیں
صحنِ ابوترابؓ ہی جزدانِ نعت ہے
احسان علی حیدر ۳۷

اہلِ بیتِ شہِ دو عالمؐ کو
بزمِ ہستی کا مدعا کہیے
محمد عارف قادری ۳۸

حضرت بلال حبشیؓ:

حضرت بلالؓ ،اسلام کے پہلے مؤذن تھے،انھوں نے اس وقت اسلام قبول کیا جب صرف سات آدمی ہی مسلمان ہوئے تھے۔حبشہ سے تعلق کی وجہ سے بلال حبشی کے نام سے معروف ہوئے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد بہت تکالیف اور مصائب کا سامنا کیا،طرح طرح کے مظالم سہے، جلتے انگاروں پر لٹائے جانے کے باوجود اُن کے پائے استقلال اور استقامت میں کمی نہ آئی۔حضرت صدیق اکبرؓ نے انھیں غلامی کی زندگی سے نجات دلائی۔کتبِ تاریخ میں درج ہے کہ آپؓ بہت خوش آواز تھے،جب اذان دیتے تو لوگ اپنا کاروبار اور بچے کھیل چھوڑ کر مسجد کا رخ کرتے،عورتیں بھی ان کی اذان پر لبیک کہتیں۔حضورؐ سے والہانہ محبت کرتے تھے،حضورؐ کے وصال کے بعد جب حضرت عمر فاروقؓ کے حکم پر اذان دی تو حضورؐ کا نامِ مبارک آتے ہی بلالؓ غش کھا کر گر پڑے۔

حضرت سلمان فارسیؓ:

حضرت سلمان فارسیؓ کا تعلق ایران (فارس) سے تھا،حق کی تلاش میں ایران سے نکلے اور ۳۲ سال کی طویل ہجرت کے بعد آخر کار دین برحق تک پہنچے اور سرکار دو عالمؐ کی بارگاہ میں پہنچ کر اسلام قبول کیا۔اسلام کی دولت سے مشرف ہونے سے قبل انھوں نے بہت سختیاں جھیلیں مگر تلاش حق کا سفر ترک نہ کیا اور منزل مقصود پر پہنچ کر دم لیا۔شمعون نامی یہودی کے غلام تھے جس نے چالیس اوقیہ سونا اور تین سو کھجور کے درخت لگانے اور ان کے پھل آنے کے بعد رہائی کی حامی بھری۔اس پر حضور علیہ سلام نے خود جا کر تین سو پودے لگائے اور سونے کا انتظام بھی فرمادیا۔غلامی سے آزادی کے بعد غریب الدیار تھے مگر حضورؐ نے ابودرداؓ سے مواخاۃ یعنی بھائی چارہ کرادیا۔حدیث میں ہے:

> ’’غزوۂ خندق کے موقع پر انھوں نے بہت متحرک کردار ادا کیا اور انھی کے مشورہ پر مدینہ کے آس پاس خندق کھودی گئی۔عہد فاروقی میں مدائن کے گورنر رہے،ٹوکریاں بنا کر روزگار کا اہتمام کرتے،حضور کریمؐ سے علم حاصل کیا،انؓ کی صحبت میں رہے اور کئی احادیث روایت کیں۔جنگ خندق کے دوران ہی حضورؐ نے انھیں یہ اعزاز بخشا کہ انھیں اپنے اہل بیت میں شمار کرلیا‘‘۔ ۳۹

حضرت ابو ذر غفاریؓ :

حضرت ابو ذرؓ کا اصل نام جندب تھا جبکہ کنیت ابو ذر تھی ۔ بنو غفار سے تعلق کے سبب لفظ ’’غفاری‘‘ بھی کنیت کا حصہ بن گیا۔ اسلام لانے والے پہلے دس آدمیوں میں شامل تھے ۔ سرکار دو عالمؐ کی آمد اور ان کے اوصاف حمیدہ سن کر مکہ آئے اور حضورؐ کے سامنے اسلام قبول کیا۔ السلام علیک یا رسول اللہ کے الفاظ بھی پہلی بار انھوں نے استعمال کیے اور مکہ سے باہر کے لوگوں میں اسلام لانے والے بھی پہلے آدمی آپؓ ہی تھے ۔ مدینہ میں قیام کے دوران حضور اکرمؐ کی خدمت میں وقت گزارتے ۔ فطرتاً فقیر منش اور پرہیز گار تھے، زہد وتقوی کے ساتھ دنیا سے لاتعلقی انھیں مرغوب رہی ۔ سرکارؐ کے وصال کے بعد دنیا سے کنارہ کش ہو گئے ۔ صدیق اکبرؓ کی رحلت کے بعد شام چلے گئے مگر وہاں امیر شام سے اختلاف ہونے پر انھیں واپس مدینہ لوٹا دیا گیا۔ آخر عمر میں ربذہ چلے گئے اور وہیں ایک ویرانے میں ان کا انتقال ہوا۔ مذکورہ بالا تینوں اصحابِ رسول کا ذکر کثرت کے ساتھ اشعار میں ملتا ہے اور اکثر ایک ساتھ بھی، اس لیے ان سے متعلق تلمیحات بھی یہاں یکجا درج کی ہیں ۔

بلالؓ و بوذرؓ و سلمانؓ کے آقا ادھر بھی
بدل جاتی ہے جس سے دل کی دنیا ، وہ نظر بھی

افتخار عارف ۴۰

کچھ عشقِ بلالؓ بھی عطا ہو
کچھ ہم کو عطا ہو فقرِ بوذرؓ

عزیز احسن ۴۱

حرم میں اب بھی اذانِ بلالی گونجتی ہے
یہ بستی سجدہ گزاروں کی ہے بسائی ہوئی

اشرف جاوید ۴۲

رنگ لائی ہے پیروی اُس کی
کتنا سچا جہاں میں بوذرؓ ہے

حسن عسکری کاظمی ۴۳

کمالِ شوق کے مظہر سہی اویسؓ و بلالؓ
ہیں لاکھوں اور بھی جو آئینے وفا کے ہیں
رشید ساقی ۴۴؎

لبِ بلالؓ ہے یا مطلعِ سحر ہے شہاب
اذاں کی ضو سے ہے تقدیرِ خاکداں روشن
شہاب صفدر ۴۵؎

سینے میں ایک باغ ہے مدحت سرائی کا
دل کا خیال ہے کہ وہ سلمانؓ نعت ہے
علی صابر رضوی ۴۶؎

فرہاد و قیس سیکھتے زیدؓ و بلالؓ سے
کہتے ہیں جس کو عاشقی کس شے کا نام ہے
منظر عارفی ۴۷؎

یہ جو اذاں میں سوزِ بلالیؓ ہے جلوہ ریز
توحید کا سُرُور ہے ، وجدانِ نعت ہے
اسلم فیضی ۴۸؎

حضرت حسانؓ:

حضرت حسان بن ثابتؓ صحابی رسول کریمؐ اور اولین نعت نگاروں میں سے ہیں۔اصحاب رسولؐ میں سے یہ شرف انھیں ملا کہ حضور نبی کریمؐ منبر پر بٹھا کر نعتیں سنتے تھے۔جب کفار مکہ نے حضور نبی کریم کی گستاخی پر مبنی اشعار کہے تو سرکارؑ نے خود صحابہؓ سے کہا کہ ان کو جواب دیں۔اس سلسلے میں حضرت حسانؓ نے آگے بڑھ کر حکم کی بجا آوری کی۔حضرت حسانؓ کو یہ سعادت بار بار نصیب ہوئی کہ حضورؐ نے انھیں منبر پر بلوایا اور ان سے نعت اور کفار کی ہجو گوئی پر مبنی کلام سماعت فرمایا۔

”حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہؐ کو حضرت حسانؓ سے یہ فرماتے سنا: جب تک تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے ان کا دفاع کرتے رہو گے ،روح القدس (جبریلؑ) تمہاری تائید کرتے رہیں گے،نیز حضرت عائشہؓ نے فرمایا میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ

حسان نے کفار قریش کی ہجو کر کے مسلمانوں کو شفا دی یعنی ان کا دل ٹھنڈا کر دیا اور اپنے آپ کو شفا دی یعنی اپنا سینہ ٹھنڈا کیا"۔ ۴۹

نعت گوئی کے اس اعزاز کی وجہ سے ہی انھیں سلطانِ نعت کہا جاتا ہے۔ اردو نعت میں بھی ان کا ذکر کیا جاتا ہے، ان تلمیحات میں اکثر یہ تذکرہ ملتا ہے کہ نعت گوئی پیروی حضرت حسانؓ ہے۔ اور اس بات پر شعرا فخر بھی کرتے ہیں کہ وہ حضرت حسانؓ کی طرح مدحِ رسولؐ کا اعزاز پا رہے ہیں۔

لازم ہے نعت کہنے میں حساںؓ کی پیروی
حسانؓ ، باغبانِ گلستانِ نعت ہے
تنویر پھول ۵۰

حسانؓ ایک فرد نہیں ایک سوچ ہے
مدحت سرا ہے جو بھی وہ حسانِؓ نعت ہے
اعجاز حسین اعجاز ۵۱

بندہ کہ فردِ نسل گدایانِ نعت ہے
پہچاں مری قبیلۂ حسانِؓ نعت ہے
امجد رازی ۵۲

حسانؓ ہوں ، وہ کعبؓ ہوں ، ابن زہیرؓ ہوں
ہر ایک اپنی ذات میں سلطانِ نعت ہے
پرویز ساحر ۵۳

حسانؓ و کعبؓ و ابن رواحہؓ یہاں پہ ہیں
منبر کے پاس جوشِ کریمانِ نعت ہے
کوثر علی ۵۴

عید میلاد:

عید میلاد سے مراد حضور کریمؐ کی پیدائش کا دن یعنی ۱۲ ربیع الاول ہے۔ یہ دن ہر سال نہایت درجہ عقیدت و محبت کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ اس دن محافل نعت، جلوس اور سیرت کانفرنسز کا اہتمام اور گھر گھر چراغاں کیا جاتا ہے۔ قریباً تمام اسلامی ممالک میں یہ دن عقیدت کے ساتھ منایا جاتا ہے، پاکستان

میں اس دن عام تعطیل ہوتی ہے اور سرکاری سطح پر بھی محافل ذکر رسولؐ منعقد کی جاتی ہیں۔ خلفائے راشدین ،تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں اس دن کو عید کے طور منانے کی روایت دستیاب نہیں تاہم اس کے جواز پر ابن کثیر، علامہ سیوطی ، ابن حجر، ابن جوزی ، امام سخاوی ، ابن عابدین اور ملا علی قاری سمیت کئی اکابرین نے خصوصی کتب تحریر کی ہیں۔ علامہ ابن جوزی نے میلاد کے حوالے لکھا ہے: ''اگر ہم روزانہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عید میلاد منائیں تو یہ ہمارے لیے واجب ہے (کیوں کہ حضورؐ ہمارے لیے نعمت عظمیٰ ہیں اور تحدیث نعمت) 'واما بنعمتہ ربک فحدث' واجب ہے''۔ ۵۵؎ شعرا نے میلاد کی یہ اصطلاح اپنے اشعار میں تلمیح کے طور پر برتی ہے۔

آمدِ رحمتِ عالم کے طفیل
وقت کی جان ربیع الاول
حفیظ تائب ۵۶؎

میلادِ نبیؐ کا ہے مہینہ یہ ربیع
اس ماہ رہے دھیان مدینے کے قریب
ریاض مجید ۵۷؎

درود پڑھتا ہے ذرہ ذرہ کہ عید میلاد شاہِ دیں ہے
پکارتا ہے ہر ایک گوشہ کہ رحمتِ ذوالمنن یہیں ہے
عزیز احسن ۵۸؎

آقاؐ کا ہو مولود جسے عید مسرت
محشر میں بھی ہو گا وہی مسرور یقیناً
راجا رشید محمود ۵۹؎

کیسے جگمگ مرے سارے در و بام
عیدِ میلاد کیا کرتی ہے
عرش ہاشمی ۶۰؎

اپنے محبوب کے میلاد کی خاطر لوگو
کتنے ادوار سے رب نے ہے گزاری دنیا
عبدالمجید چٹھہ ۶۱؎

ب۔تصوف سے ماخوذ تلمیحات:

اسلامی تاریخ سے متعلق تلمیحات میں تصوف بھی ایک اہم ماخذ ہے جسے معرفت وطریقت بھی کہتے ہیں۔مسلمان صوفیوں نے تصوف کے ذریعے تبلیغ ِدین کا کام بھی کیااور شریعت کی بجا آوری کی راہ بھی ہموار کی۔وہ خود شریعت پر کار بند رہے اور اپنے مریدین اور اصحابِ سلسلہ کو بھی اس کی پیروی کا پابند بنایا۔تربیتِ اخلاق اور تزکیہ روح کے لیے کوشاں بھی رہے۔صوفیا نے امن و آشتی کا پیغام بھی عام کیااور انسان دوستی کا بھی۔توکل،صبر وشکر،قناعت ،خدااور بندے سے محبت ،ایثار وقربانی اور اخلاص و مروت کا سبق عام کرنے کے لیے صوفیا نے مشقتیں بھی اٹھائیں۔مخلوق خدا کے لیے سکون کا سامان بھی بہم پہنچایااور معاشرے میں مساوات قائم کرنے کی کوشش بھی کی۔یہ الگ بات کہ بعد ازاں اس سلسلے میں کچھ اسلام دشمن شامل ہو گئے اور انھوں نے نہ صرف تصوف کی فکر کو گدلا کیا بل کہ اسلام کی روح کو بھی زخمی کرتے چلے گئے۔

تصوف سے متعلق تلمیحات اردو شاعری میں بہ کثرت استعمال ہوتی رہی ہیں۔ان تلمیحات میں تصوف کی اصطلاحات،صوفیا کے ملفوظات،ان کے محسوسات،جذب وکیف ،معاملات و واقعات،گہرے رمز واشارات کا استعمال جہاں ان تلمیحات کو مشکل بناتے ہیں وہیں،حیرتوں کے در بھی وا کرتے ہیں۔ تصوفِ اسلامی کی بنیادتوحید پر کامل ایمان،شریعت کی پاسداری،اورخدمتِ خلق ہے۔دوسرے معاملات جیسے نظریۂ وحدت الوجود،وحدت الشہود،ترک دنیا،مجاز وحقیقت وغیرہ بعد میں تصوف کا حصہ بنے ہیں۔اس کی وجہ شاید دوسری تہذیبوں سے رسم وراہ بڑھانااوران کے اثرات قبول کرنا ہے۔تصوف کے نمایاں پہلوؤں کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر ظہیر احمد صدیقی لکھتے ہیں:

> ’’ایک تصوف عملی ہے جو زیادہ تر عبادات و اخلاقیات،خدمت خلق اور ہمہ مشربیت یعنی مذہبی تعصبات بل کہ ہر قسم کے تعصبات سے پاک زندگی پر مشتمل ہے۔دوسرا تصوف علمی یا نظری ہے جو وحدت الوجود،وحدت الشہود وتنزلات ستہ،عشق وخرد،جبر وقدر،نبوت وولایت،فناوبقا،ظاہر و باطن اورمقامات واحوال وغیرہ کے نظریات وتصورات سے عبارت ہے۔تیسرا تصوف رسمی ہے۔جس میں پیری مریدی،خرقہ پوشی،خانقاہی زندگی اور سماع وغیرہ کے مراسم شامل ہیں‘‘۔ [۶۲]

مذکورہ بالا تمام علوم اور مصادر تلمیحات کا حصہ ہیں اور شعرا جو ان معاملات سے آگاہ ہوتے

ہیں،انھیں برت کر اپنی بات مؤثر انداز میں کہہ جاتے ہیں ۔ یہ الگ بات کہ تصوف سے متعلق معاملات کو شعر بنانا یا شعر کو تصوف کا رنگ دینا دونوں کام نہایت درجہ مشاق کے متقاضی ہیں ۔تصوف کی تلمیحات سے ایک بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ ان کے ذریعے خدا شناسی ،انسان دوستی ،زندگی سے متعلق علمی نکات اور عرفانِ حیات و کائنات پر مبنی افکار کا ایک گراں قدر سرمایہ ایوانِ ادب کی زینت بنا ہے ۔ایک صوفی کی نظر میں عشق پاک بازوں کا کام ہے ۔

پاک بازاں سو یوں ہوا مفہوم
عشق مضمونِ پاک بازی ہے
ولی دکنی ۶۳

خواجہ میر درد ایک صوفی شاعر تھے،ان کے ہاں فنا کا مضمون دیکھئے :

گزروں ہوں جس خرابے پہ کہتے ہیں واں کے لوگ
ہے کوئی دن کی بات یہ گھر تھا ،یہ باغ تھا ۶۴

مسئلہ وحدت الوجود ،ایک نکتۂ نظر کی صورت موجود ہے،صوفیا کی اکثریت اس نکتہ نظر کی قائل ہے کہ ظاہر و باطن میں خدا کے سوا کچھ نہیں ،ماسوا بھی خدا کا مظہر ہے ۔آسی غازی پوری کا شعر دیکھیے :

جا کے بت خانے میں کس طرح نہ سجدہ کرتے
بت میں بھی تُو نظر آیا تو بتا کیا کرتے ۶۵

جبر و اختیار کا مضمون فانی بدایونی سے بہتر شاید ہی کسی نے باندھا ہو :

زندگی جبر ہے اور جبر کے آثار نہیں
ہائے اس قید کو زنجیر بھی درکار نہیں ۶۶

اردو نعت میں تصوف سے ماخوذ تلمیحات میں زیادہ تر وحدت الوجود ،وحدت الشہود ،مراقبہ ،درویش ،ولی ،قلندر ،عارف ،فقیر ،مرشد ،آستانہ ،فنا و بقا ،طریقت ،سلوک اور کچھ دیگر اصطلاحات کا استعمال عام نظر آتا ہے ۔ہم انھی سے متعلق تلمیحات کا جائزہ لیتے ہیں ۔

وحدت الوجود اور وحدت الشہود :

وحدت الشہود یعنی خدائے بزرگ و برتر خالق اور معبود ہے اور وحدت الوجود یعنی واحد موجود ہستی ۔پھر موخر الذکر بھی مزید دو شاخوں میں تقسیم ہو جاتا ہے ۔ایک ''ہمہ اوست'' (سب کچھ وہ ہے) اور دوسرا ''ہمہ از اوست'' (سب کچھ اسی سے ہے) ۔اس حوالے سے تلمیحات دیکھیے :

کسی میں کب ہے تیری ہمسری کا حوصلہ آقاؐ
بہ جز تیرے جہاں میں کون ہے آئینہ وحدت کا
قیصر نجفی ۶۷

شہزاد نقشِ پائے نبی پر چلے چلو
چاہو جو انکشاف وجود و شہود کا
شہزاد مجددی ۶۸

اوصافِ الٰہی کا مظہر ہیں شہِ والاؐ
وہ عالمِ کثرت میں جلوہ گہِ وحدت ہیں
محبوب الٰہی عطا ۶۹

فنا و بقا:

فنا اور بقا کا عام تصور تو حیات اور موت ہے لیکن صوفیا فنا سے مراد یہ لیتے ہیں کہ زندگی کو کامل طور خدا کے احکام کی بجا آوری میں صرف کیا جائے یعنی دنیاوی معاملات ترک کر دیے جائیں اور صرف اللہ کی عبادت کی جائے اور بقا اس زندگی کو سمجھتے ہیں جو رب کی رضا میں گزر جائے ۔فنا و بقا کے تصور سے متعلق ظہیر صدیقی لکھتے ہیں:

''تصوف میں فنا و بقا کے تصورات بنیادی ہیں ۔عام طور پر ہر صوفی کا مقصد خدا کی ذات کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے اور قرب و وصال عشق و محبت کے شدید جذبے سے پیوستہ ہیں، عشق کی ایک تعریف یہ بھی ہے کہ عاشق اپنی ذات کو معشوق کی ذات میں محو کر دیتا ہے، بغیر اس محویت کے عشق کا دعویٰ کرنا منافقت اور دروغ گوئی ہے'' ۔۷۰

فنا و بقا کی اصطلاح یا تصور سے شعرا نے کیسے کیسے مضامین پیدا کیے ہیں، مثالیں ملاحظہ ہوں:

کھلا یہ قلزمِ نعتِ محمدؐ میں فنا ہو کر
کہ ملتے ہیں کسی قطرے کو کیا کچھ اس سمندر سے
قیصر نجفی ۷۱

سیرتِ پاک ہو ہر گام پہ رہبر میری
عمرِ فانی مجھے پیغامِ بقا ہو جائے
رشید ساقی ۷۲

ہے سرِ فنا سرِ بقا عشق نبیؐ
وحدت کی ہے سر بستہ ادا عشقِ نبیؐ
قادر کی ہے قدرت کا ازل ہی سے امیں
کیوں رازِ الہٰ ہو نہ عطا عشقِ نبیؐ
محبوب الہٰی عطا۳ے

دارِ فانی میں سب کچھ فنا ہی فنا
صرف اللہ کی ذات کو ہے بقا
مجھ کو عشقِ محمدؐ بھی کر دے عطا
اے خدا ، میں یہ دولت کمانے چلی
سمعیہ ناز۴ے

آستانہ یا خانقاہ:

تصوف میں آستاں یا آستانہ کا تصور ایک ایسے دربار کا ہے جہاں مریدین اپنے مرشد کی صحبت سے بھی فیض یاب ہوں اور عبادات و ذکر الٰہی بھی کر سکیں۔ یہی آستانے دینی تعلیم و تربیت کا مرکز رہے ہیں۔آستانے کا مالک وہاں آنے والوں کی روحانی تربیت بھی کرتا ہے اور ان کے صوفیانہ ذوق و شوق کی تشفی کا انتظام بھی کرتا ہے۔انھی آستانوں کی اک رسم قوالی بھی ہے جس میں خدا اور رسولؐ کی حمد و ثنا کے ساتھ دینی تعلیمات بھی بیان کی جاتی ہیں۔آستانے پر لنگر کا اہتمام ہوتا ہے اور مریدین باصفا کے ساتھ غریب لوگ بھی مستفید ہوتے ہیں۔اردو نعت میں اس اصطلاح کو حضور اکرمؐ کی بارگاہ میں حاضری کا استعارہ کیا گیا ہے۔

نگاہ اس کی حدِ لامکاں بھی چیر گئی
ترے ندیم نے جب تیرا آستاں دیکھا
احمد ندیم قاسمی۵ے

یہی معراج ہے میری یقیناً
کہ میں پہنچا ہوں انؐ کے آستاں تک
عابد سعید عابد۶ے

ہر آدمی کو طلب سے زیادہ دیتے ہیں
کوئی نہ خالی گیا ان کے آستانے سے
رشید ساقی ۷۷؎

سلوک:

سلوک سے مراد تصوف کی راہ اختیار کرنا ہے اور اس راہ کے مسافر کو سالک کہا جاتا ہے۔تصوف میں یہ ابتدائی مرحلہ ہوتا ہے اور سالک کا درجہ صوفی،فقیر اور عارف سے کم ہوتا ہے۔دوسرے معنوں میں کہا جاسکتا ہے کہ تصوف یعنی خدا سے رجوع کا اولین مرحلہ سلوک ہے جو منزلِ ہدایت کا سمت نما ہے۔

مری طریقت کی رہ کو اس کی شریعت اپنی اماں میں رکھے
سلوک کی ابتدا محمدؐ سلوک کی انتہا محمدؐ
ریاض مجید ۷۸؎

گُر علمِ لدنی کے سکھا دیتا ہے
سالک کو رہِ عرش دکھا دیتا ہے
ہے ایسا ولی اللہ یہ عشقِ نبیؐ
اللہ سے بندوں کو ملا دیتا ہے
محبوب الٰہی عطا ۷۹؎

مرشد:

تصوف کا راستہ بغیر کسی رہنما کے طے کرنا مشکل ہوتا ہے۔وہ اس لیے کہ تصوف کے راستے میں گمراہی کا امکان زیادہ ہوتا ہے اور شیطان،سالک کو گم راہ کرنے کے لیے سرگرم ہو جاتا ہے۔اس لیے ایک رہنما کی ہمہ وقت ضرورت ہوتی ہے۔تصوف کے آشنا سالک کی رہنمائی کرتے ہیں اور اس کے لیے اثباتِ قدم اور دل کی قوت کا کام کرتے ہیں۔انھی رہنماوں کو مرشد یا شیخ کہا جاتا ہے۔پیر،قطب یا غوث اسی رہنما اور مرشد کے صوفیانہ نام ہیں۔

نظر سرکارؐ کی سیرت کے ہر پہلو پہ ہو جس کی
وہی مرشد ، وہی رہبر وہی حاکم موقر ہے
شہزاد مجددی ۸۰؎

اتنا آساں تو نہیں جانا حریمِ ناز میں
میرے مرشد کی مگر مجھ کو دعا لے جائے گی
عابد سعید عابد ۸۱؎
صدف مجھ کو ثنا کا ذوق بخشا
مرے مرشد نے میرے راہبر نے
شمائلہ صدف عزیزی ۸۲؎

قلندر:

قلندری،تصوف کی ایک منزل ہے جس میں انسان اپنے آپ کو سماجی اور مذہبی پابندیوں سے آزاد کرالیتا ہے ۔قلندر کسی وضع قطع کا پابند نہیں ہوتا اور چہار ابرو یعنی سر کے بال،مونچھیں،داڑھی اور ابرو تراشتا ہے،اسے اس بات کی بھی پروا نہیں ہوتی کہ کوئی اس کے حال سے واقف ہے یا نہیں ۔وہ اپنی مستی میں مست یعنی اپنے دلی اطمینان میں مگن رہتا ہے،اکثر ننگے پاؤں چلتا ہے۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قلندر دنیا سے آزاد ہوتا ہے لیکن شریعت کا پابند رہتا ہے۔

حضور فقر کی دولت مرے بھی دامن میں
رواج شہرِ ادب میں قلندری کا ہے
ریاض حسین چودھری ۸۳؎
تاجِ شاہی اتار کر عابد
ان کے در سے قلندری مانگو
عابد سعید عابد ۸۴؎
درِ حبیبؐ کی جس کو قلندری مل جائے
حیات اس کو پس مرگ سرمدی مل جائے
پروین زینب سروری ۸۵؎

معرفت:

معرفت کسی شے کی حقیقت سے آگاہی کو کہتے ہیں،صوفیا کے نزدیک اس سے مراد معرفت حِق ہے ۔اللہ تعالی کی یگانگت کا عرفان حاصل کر لینا معرفت حِق ہے اور جسے یہ اعزاز مل جائے اسے عارف کہتے

ہیں۔صوفیا نے معرفت کے کئی درجات یا اقسام بیان کی ہیں جن میں عقلی،نظری اور شہودی معرفت شامل ہیں۔ڈاکٹر ظہیر صدیقی لکھتے ہیں:

''حضرت ذوالنون مصری کہتے ہیں کہ معرفت تین قسم کی ہے ایک معرفت توحید ہے جو تمام مومنوں کو حاصل ہوتی ہے۔ایک معرفت حجت و بیان ہے جو علما اور دانش وروں کو حاصل ہے، تیسری معرفت صفات وحدانیت ہے اور یہ اہلِ اللہ کو حاصل ہے۔آپ کا قول ہے انسان جتنی معرفت رکھتا ہے، اتنی حیرت بھی رکھتا ہے۔عارف دیکھتا ہے بغیر آنکھ کے، بغیر علم کے، بغیر وصف کے، بغیر کشف کے اور بغیر حجاب کے۔عارفوں کی بات خدا کی بات ہوتی ہے اور ان کی نگاہ خدا کی نظر ہوتی ہے۔جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالی جب کسی کو دوست بنالیتا ہے تو وہ اس کے کان بن جاتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہے، اس کی زبان بن جاتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہے''۔۸۶

اس اصطلاح کو بھی شعرا نے تلمیح کے طور پر استعمال کیا ہے۔

حق ادا معرفت کا کیسے ہو
میں ہوں قطرہ تو وہ سمندر ہے
حسن عسکری کاظمی۸۷

ذکرِ نبیؐ سے معرفتِ دیں کے گُل کھلے
شاداب کس قدر یہ گلستانِ نعت ہے
اسلم فیضی۸۸

معرفت حق کی اسے کیسے ہو
آپؐ ہی کا جسے عرفان نہیں
عرش ہاشمی۸۹

توصیفِ مصطفیٰؐ سے ملی راہِ مستقیم
یہ معرفت کا نور ، یہ احسانِ نعت ہے
زینب سروری۹۰

حبِ سرکار دو عالمؐ کا صدقہ یہ ہے
وا ہوا معرفتِ ذات کا جوہر اپنا
طاہر سلطانی۹۱

معرفت عشق کو زرخیز بنا دیتی ہے
نعت لکھنے کو مرا زورِ قلم فاصلہ تھا
توقیر تقی ۹۲

ج۔عالمی تاریخ سے ماخوذ تلمیحات:

اردو ادب میں جو عالمی تاریخ سے ماخوذ تلمیحات بیان ہوئی ہیں ان میں دارا،سکندر، جامِ جم، چنگیز خان، ارسطو،سقراط کا ذکر زیادہ ہے۔سکندر، ۳۲۳ سے ۳۵۰ ق م تک مقدونیہ کا بادشاہ رہا ہے۔اس نے صرف ۲۲ سال کی عمر میں دنیا کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اپنے ارادے کی تکمیل کے لیے رخت سفر باندھ لیا۔وہ والدین کی اکلوتی اولاد تھا،اسے والد کے انتقال پر ۲۰ سال کی عمر میں بغیر کسی لڑائی جھگڑے کے بادشاہی ملی تھی لیکن اس نے مستقبل میں کسی خطرے سے بچنے کے لیے ماں اور دودھ پیتی بہن سمیت ایسے تمام افراد قتل کرادیے جن سے اسے کسی نقصان کا خدشہ ہوسکتا تھا۔دنیا پر اپنی حکومت کے خواب دیکھتا ہوا وہ ایران ومصر فتح کرتا ہوا ہندوستان پہنچا تو اس کا مقابلہ راجا پورس سے ہوا مگر اس کی بہادری دیکھ کر اس نے فتح حاصل کرنے کے باوجود ایک بہادر آدمی سے دوستی کرلی اور اسے ملک واپس کردیا۔دنیا بھر میں فتوحات کے جھنڈے گاڑنے پر سکندر اعظم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔سکندر اور دارا کی تلمیح اکثر ایک ساتھ استعمال کی جاتی ہے تاہم سکندر کا عہد ایک الگ تلمیح کے طور پر بھی مستعمل ہے۔

جسے شاہِ اممؐ کے روضے کا دیدار ہو جائے
نصیب اچھا ہے اُس کا ،وہ مقدر کا سکندر ہے
شاداب صدیقی ۹۳

کوئی سلطاں پھر کیسے جچے اس کی نگاہوں میں
درِ سرکار کا سائل تو خود رشکِ سکندر ہے
شہزاد مجددی ۹۴

شانِ اسکندر و دارا کی ہوس کیوں ہو اسے
درِ محبوبِ الٰہی کا جو سائل ہو جائے
رشید ساقی ۹۵

اپنی تحریر میں اربابِ نظر نے مجھ کو
از رہِ نعت مقدر کا سکندر باندھا
خورشید بیگ میلسوی ۹۶

ہو نہیں سکتے زمانے کے سکندر مطمئن
جس قدر ہیں بوذرؓ و سلمانؓ و قنبرؓ مطمئن
شہاب صفدر ۹۷

دارا:

دارا قبل از مسیح کے ایرانی بادشاہوں میں سے تھا جس کے خاندان میں دارا اول کی بہادری کے تذکار کتب تاریخ میں موجود ہیں۔ اسے دارا سوم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اردشیر کے زمانے میں آرمینیا کا گورنر تھا، بہادر اور ذہین بھی تھا۔ سکندر اعظم سے معرکہ آرائی کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا اور راہِ فرار اختیار کی۔ گرفتاری کے بعد قتل ہوا اور اس کے قتل کے ساتھ ہی ایرانی سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا۔ اسی دارا کا ذکر سکندر کے ساتھ کیا جاتا ہے اور تلمیح کے طور پر ادب کا حصہ بنتا ہے۔

کس نے غلام زادوں کو دارائی بخش دی
روزِ ازل سے ثروتِ جمہور کون ہے
ریاض حسین چودھری ۹۸

جو نہ ہو خُلق رسولؐ اللہ کی تقلید میں
پادشاہی وہ کہاں کی ، کیسی دارائی ہوئی
راجا رشید محمود ۹۹

ہر سو امن کی فاختہ کی چہکار سنی
اُن ہاتھوں میں جب دارائی جاگ اٹھی
قیصر نجفی ۱۰۰

دارائے شعر بھی ہو یہاں ہوش باختہ
اللہ رے ! کیا ہی شوکتِ ایوانِ نعت ہے
خالد رومی ۱۰۱

تو بھی گستاخ اس زمانے میں
جا مدینے کی دیکھ دارائی
گستاخ بخاری ۱۰۲

سکونِ دل ، شکیبائی نہیں ملتی
سرِ راہے تو دانائی نہیں ملتی
زمانے میں بجز ذکرِ حبیبِ حقؐ
کسی انسان کو دارائی نہیں ملتی
عابدسعید عابد ۱۰۳

جمشید:

اردو شعر و ادب میں ایک تلمیح جامِ جم استعمال ہوتی ہے،اس میں جم سے مراد جمشید ہے جو قدیم ایرانی سلطنت کا قبل از مسیح ایک بادشاہ تھا۔اسے خدائی دعویٰ کرنے پر شام کے حکمران ضحاک نے ایران پر حملہ کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔کہا جاتا ہے کہ اسی جمشید نے شمسی کیلنڈر،نوروز،شراب،اسلحہ اور ریشمی کپڑے سمیت بہت سی ایجادات کیں۔اس کے پاس ایک پیالہ تھا جسے جام جم یعنی جمشید کا پیالہ کہا جاتا تھا۔یہ پیالہ عجائبات عالم میں شمار ہوتا ہے کیوں کہ جمشید اس کو گردش دے کر دنیا بھر کے حالات سے باخبر رہتا تھا۔ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس پیالے میں ہندی خطوط کھدے ہوئے تھے جن کے ذریعے حساب لگا کر ستاروں کی گردش اور اس کی وجہ سے ان کا اثر معلوم ہو جایا کرتا تھا۔اس پیالے کو جامِ جہاں نما بھی کہا جاتا ہے۔

ہر اک ذرے میں دیکھا ہے جو عالم دیکھنا چاہا
دیارِ مصطفےٰؐ کے سارے ذرے جامِ جم نکلے
نورالحسن نور نوابی عزیزی ۱۰۴

میں عزیز احسن مدیح کے وجم کیسے کروں
مجھ کو عشقِ مصطفےٰ ہی بخشتا ہے روشنی
عزیز احسن ۱۰۵

درِ حضورؐ پہ جو سر کیے ہوئے خم ہیں
حقیر ان کی نگاہوں میں قیصر و جم ہیں
جلیل عالی۱۰۶؎

ساغرِ جم سے ہیں قیمت میں فزوں
سنگ پارانِ رہِ خیرالانامؐ
محمدافتخارالحق ارقم۱۰۷؎

سقراط اورارسطو:

سقراط، فلسفے کی دنیا کاایک بڑا آدمی تھا،جس نے حضرت عیسٰیؑ کی آمد سے پانچ سوسال پہلے یونان میں فلسفہ کی بنیاد رکھی ،افلاطون اسی کا شاگرد تھا۔سقراط پر آخری عمر میں دیوتاؤں کے وجود سے انکاراور نوجوان نسل کوگمراہ کرنے کاالزام لگایا گیااور سزائے موت کا حق دار ٹھہرایا گیا۔ان الزامات کی وجوہات یہ تھیں کہ اس زمانے میں ایتھنز داناؤں کا مرکز تھا۔ایک کاہنہ نے سقراط سے کہا کہ تم ایتھنز کے سب سے بڑے دانا ہو،سقراط کو اس بات کا یقین نہ آیااور اس نے اس بشارت کی تحقیق کا فیصلہ کرلیا۔اس سلسلے میں اس نے اس وقت موجود بڑے بڑے داناؤں سے ملاقات اور مباحثہ شروع کر دیااور محفلوں میں سراہا جانے لگا۔اس کی اس شہرت اور مقبولیت سے باقی دانا لوگ پریشان ہو گئے اور انھوں نے سقراط کے خلاف ماحول بنالیا۔

سقراط پر الزام لگایا گیا کہ یہ نوجوانوں کو گمراہ کرتا ہے، دیوتاؤں کا انکاراور ایک نئے خدا کا تصور پیش کرتا ہے جس کوکسی نے دیکھا نہیں ۔ان الزامات پر عدالت قائم ہوئی،عدالت میں سارا شہر سمٹ آیا اور سقراط اپنے دلائل سے مجمع پر چھا گیا۔اس دوران ایک جوان کو پیش کیا گیااور کہا گیا کہ اس کو سقراط نے گمراہ کیا ہے،اسی بات پر اسے سزا ہوئی۔اسے دو راستے دیے گئے کہ شہر چھوڑ دو یا زہر کا پیالہ پی لو۔سقراط نے اپنی رائے کے تحفظ کے لیے زہر کا پیالہ پی کرموت کو گلے لگایا اور ہمیشہ کے لیے زندہ ہوگیا۔سقراط کے ساتھ ارسطو کی تلمیح بھی استعمال ہوتی ہے،وہ بھی ایک دانشور عظیم فلسفی تھا،جس نے سقراط کے فلسفے کو منطقی استدلال کے ساتھ بامِ عروج تک پہنچایا۔ارسطو نے سیاسیات کو الگ علم کے طور پر متعارف کرایااور ایسے فکری نکات پیش کیے جو بعدازاں سائنسی اور معاشرتی علوم کی بنیاد بنے۔اس کی تعلیمات وافکار سے آج بھی لوگ استفادہ کررہے ہیں۔

اے تہذیبِ جدیدہ! مصطفیٰ بے مثل و یکتا ہیں
مقابل ان کے تو سقراط کو لا یا ارسطو لا

منظر عارفی ۱۰۸

فہمِ سقراط و ارسطو سر بہ سر حیران ہے
اللہ اللہ کیا ہمارے مصطفیٰ کی شان ہے
آپؐ کی ذات مبارک دین ہے ایمان ہے
کیوں نہ ہو جب خود یہ پیکر، پیکرِ قرآن ہے
ایک جملے میں بیاں ہو جاتے ہیں نکتے کئی
مرحبا صل علیٰ اے آئینۂ روشنی

رفیع الدین راز ۱۰۹

قیصروکسریٰ:

قیصر کا ذکر حضور اکرمؐ کے زمانے کے غیر مسلم حکمرانوں میں ملتا ہے جو روم کا بادشاہ تھا۔ حضورؐ نے خط لکھ کر اسے دعوت اسلام دی تھی۔ کسریٰ فارس کے بادشاہ کا لقب ہے جو نوشیروان کی اولاد میں سے تھا۔ اس نے حضورؐ کا خط پھاڑ کر حضور اکرمؐ کو اپنے پاس لانے کا حکم دیا تھا۔ جب اس کا نمائندہ حضور اکرمؐ کے پاس پہنچا تو حضور نبی کریمؐ نے اس کی ہلاکت کی پیش گوئی۔ وہ اپنے بیٹے کے ہاتھوں قتل ہوا اور یوں اس کا نام ونشاں مٹ گیا۔

سب ان کے در کے غلاموں کے پاؤں کی ٹھوکر
ہو کوئی قیصر و کسریٰ کہ کیقباد کہ جم

محمد حنیف نازش قادری ۱۱۰

شکوہِ قیصر و کسریٰ نے ہاتھ باندھ لیے
کمال دیکھ کے طیبہ کے ریگزاروں کا

شہزاد مجددی ۱۱۱

جن کو ملی تھیں قیصر وِکسری کی سطوتیں
ٹھوکر پہ اُن کو رکھا گدائے رسول نے

ریاض حسین زیدی ۱۱۲

قصرِ شاہی میں زلزلہ ہے
کسریٰ کا بدن لرز رہا ہے
ایوان میں آچکی ہے لرزش
اک کنگرہ اور گر چکا ہے
خالد علیم ۱۱۳

تشریف لائے آپ تو دنیا بدل گئی
کسریٰ کے قصر کی نہ ملی پھر خبر کہیں
پروین زینب سروری ۱۱۴

آپؐ کے پرتو سے جب امکان کی شمعیں جلیں
سرِ زمین قیصر و کسریٰ کی بنیادیں ہلیں
عظمتیں دیوار و در کی اپنے پیروں پر گریں
نقشِ پائے دورِ باطل نذرِ صحرا ہوگئیں
آگ جو آتش کدہ میں تھی فروزاں، بجھ گئی
مرحبا صل علیٰ اے آئنہِ روشنیٔ
رفیع الدین راز ۱۱۵

خسرو پرویز:

خسرو عام طور پر ایرانی بادشاہوں کا لقب رہا ہے لیکن خسرو پرویز اور نوشیرواں کے ساتھ خاص طور پر مستعمل ہے اور شاعری میں جہاں یہ نام آیا اس سے یہی دو بادشاہ مراد لیے جاتے ہیں۔ یہ دونوں ساسانی بادشاہ ہیں اور پرویز نوشیرواں کا پوتا تھا۔ روایت ہے کہ داستان محبت کا معروف کردار شیریں اسی کی ملکہ تھی اور فرہاد نے اسی کی خاطر دودھ کی نہر نکالنے کا بیڑا اٹھایا تھا۔

خاکِ کفِ پا جس کی ہر چیز سے افضل ہے
کیا سطوتِ پرویزی کیا شوکتِ سامانی
علیم ناصری ۱۱۶

خسروا! یہ تری جمہور نوازی کا ہے فیض
کہ زمانے میں ہے تاجِ سرِ شہ زنگ آلود

خورشید رضوی ۱۱۷

ان کے نعلین مقدس سر پہ جو رکھ کر چلے
بھول جائے گا وہ تاجِ خسروی کی لذتیں

عزیز الدین خاکی ۱۱۸

میسر آئے جسے سایۂ کرم اُنؐ کا
فقیر کو بھی تب و تابِ خسروی مل جائے

رشید ساقی ۱۱۹

سرِ محبوبی نہ کیوں اُن سے ہویدا ہو عطا
خسروِ خوباں ہیں وہ اللہ کے ہیں جانِ جاں

محبوب الٰہی عطا ۱۲۰

تاریخی تلمیحات کا یہ اجمالی جائزہ اس بات کا شاہد ہے کہ اردو نعت میں دینی تلمیحات کے بعد تاریخی تلمیحات بھی کثرت کے ساتھ استعمال کی گئی ہیں۔تاریخی تلمیحات میں اسلامی تاریخ ایک روشن باب ہے۔حضور نبی کریمؐ کے زمانے اور اُن کے بعد کی اسلامی تاریخ کے بے شمار واقعات ایسے ہیں جو اردو نعت کا حصہ بنے ہیں۔وہ عہدِ اصحاب رسول کریمؐ ہو یا اموی و عباسی دورِ حکومت، واقعہ کربلا ہو یا اس کے بعد کی تاریخ، اردو نعت میں وہ سارے آثار موجود ہیں، جو تاریخی اہمیت رکھتے ہیں۔

شعرا نے تو ایک ایک غزوہ پر پوری کتابیں لکھ رکھی ہیں اور شاہنامہ اسلام جیسی نظمیں بھی جو اسلام کی جملہ تاریخ کو موضوع بناتی ہیں، تلمیحات کے حوالے سے اہم ہیں۔اس کے ساتھ تصوف سے متعلق اصطلاحات اور صوفیا کے نام بھی اردو نعت میں استعمال ہوئے ہیں بالخصوص رومی، جامی، سعدی، بوصیری اور پیرانِ پیر کا تذکرہ تو کثرت سے ہوتا ہے، اس کا سبب زیادہ تر اولیا کا نعت نگار ہونا بھی ہے۔

تاریخی آثار کی کثرت سے موجودگی کے باوجود یہ بات سوچنے کی ہے کہ نعتیہ نظموں میں تو تاریخی آثار کثرت سے نظر آتے ہیں لیکن غزل کی ہیئت میں لکھی گئی نعتوں میں یہ آثار کم سامنے آتے ہیں۔دوسری بات یہ کہ شعرائے اردو اور خاص طور پر نعت نگاروں نے برصغیر پاک و ہند کے تاریخی اثاثے سے خاطر

خواہ استفادہ نہیں کیا۔اس کا سبب جو بھی ہو لیکن یہ بات کھٹکتی ضرور ہے کہ اردو لکھنے والے اپنی سماجی ،معاشرتی اور مذہبی تاریخ سے گریزاں کیوں رہتے ہیں۔ یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ قیس وفرہاد کا قصہ تو نعت کے سرمایے میں نظر آتا ہے لیکن اپنی مقامی داستانوں کا ذکر نہیں ملتا۔قریباً دوسونعتیہ مجموعوں کے مطالعے کے بعد مجھے اس حوالے سے صرف ایک شعر مل سکا ہے۔

تھامیں گے نہ ہاتھ آپؐ اگر بحرِ طلب میں
اتریں گے کہاں پار کہ ہم کچے گھڑے ہیں
محبوب الٰہی عطا[۱۲۱]

اس شعر میں سوہنی ماہی وال کی داستانِ محبت کو تلمیح بنایا گیا ہے۔مجموعی طور پر اردو نعت میں تاریخی تلمیحات کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے جو نعت کی شعری فضا میں حسنِ فن کا درخشاں ثبوت ہے۔

حواشی وحوالہ جات:

۱۔کلیاتِ اقبال،ص ۲۵۳
۲۔ایضاً،ص ۴۳۹
۳۔نور بخش توکلی،علامہ،غزوات نبوی (اردو ترجمہ۔محمد کاشف رضا)،لاہور:الحقائق فاؤنڈیشن،۲۰۱۶،ص ۴۲
۴۔ایضاً،ص ۱۶۸
۵۔صلوٰۃِ نعت،ص ۵۴
۶۔کلیات شہزاد مجددی،ص ۲۷۰
۷۔کلیات عزیز احسن،ص ۱۳۳
۸۔کلیات نعت،ص ۸۶۶
۹۔نور الحسن نور نوابی عزیزی،ثنا کی نکہتیں،کراچی:نعت ریسرچ سنٹر،۲۰۱۹،ص ۵۴
۱۰۔کلیاتِ خالد احمد،ص ۱۱۳۵
۱۱۔حرفِ عقیدت،ص ۲۶
۱۲۔آیات نعت،ص ۶۰
۱۳۔سبیل،ص ۴۳
۱۴۔علامہ شبلی نعمانی،الفاروق،کراچی:دارالاشاعت،۱۹۹۱،ص ۴۶
۱۵۔محمد حسین ہیکل،حضرت سیدنا عثمان غنی)اردو ترجمہ۔صفدر بیگ(جہلم: بک کارنر،س ن،ص ۸۷
۱۶۔معین الدین ندوی،شاہ،مولانا،سیرت خلفائے راشدین،لاہور:کتب خانہ شانِ اسلام،س ن،ص ۳۰۴
۱۷۔علیم ناصری،طلع البدر علینا،لاہور:مکتبہ قدوسیہ،۲۰۰۴،ص ۶۴
۱۸۔حرفِ عقیدت،ص ۲۵
۱۹۔نور نہا یا رستہ،ص ۳۵
۲۰۔ثنائے جلال و جمال،ص ۱۳۶
۲۱۔نعت خط،ص ۹۹
۲۲۔محمد عارف قادری،دولتِ بیدار،اٹک:اکادمی فروغِ نعت،۲۰۲۱،ص ۱۲۳
۲۳۔نئی صدی نئی نعت،۶۵

۲۴۔شہ لولاک،ص ۱۲۰
۲۵۔عبدالمجید سوہدروی،مولانا،سیرت فاطمہ الزہرہؓ،لاہور:مسلم پبلیکیشنز،۲۰۱۵،ص ۱۰
۲۶۔لی مع اللہ،ص ۹۲
۲۷۔ثنا نژاد،ص ۵۸
۲۸۔جواہرا،ص ۶۷
۲۹۔ایضاً،ص ۱۵۸
۳۰۔ایضاً،ص ۹۵
۳۱۔طاہرالقادری،علامہ،ڈاکٹر،مرج البحرین فی المناقب الحسنینؑ،لاہور:منہاج القرآن پبلی کیشنز،۲۰۰۳،ص ۵۲
۳۲۔ایضاً،ص ۷۷
۳۳۔طلع البدر علینا،ص ۷۲
۳۴۔لی مع اللہ،ص ۴۳
۳۵۔نسیم سحر،محور دو جہاں،راولپنڈی:فرہاد پبلی کیشن،۲۰۲۰،ص ۱۲۷
۳۶۔نئی صدی نئی نعت،ص ۶۷
۳۷۔جواہرا،ص ۴۷
۳۸۔دولتِ بیدار،ص ۱۲۳
۳۹۔انواراللہ،میاں،ہدایت کی جانب سفر،اسلام آباد:مرکز دعوۃ التوحید،۲۰۰۵،ص ۱۷
۴۰۔شہرِ علم کے دروازے پر،ص ۲۱
۴۱۔کلیات عزیز احسن،ص
۴۲۔فنون،۱۳۲،ص ۲۳
۴۳۔حرفِ عقیدت،ص ۲۶
۴۴۔آئینہ عقیدت،ص ۱۴۵
۴۵۔شہاب صفدر،سبیل،لاہور:نستعلیق مطبوعات،۲۰۱۶ص ۴۷
۴۶۔جواہرا،ص ۲۸۳
۴۷۔آپؐ،اسرار ازل،ص ۶۴

۴۸۔جواہر ا،ص ۳۷
۴۹۔طاہر القادری، ڈاکٹر، علامہ، المداح الحسان فی کلام سیدنا حسانؓ، لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۱۲،
ص ۱۶
۵۰۔جواہر ا،ص ۱۱۲
۵۱۔ایضاً،ص ۸۲
۵۲۔ایضاً،ص ۹۰
۵۳۔ایضاً،ص ۱۰۵
۵۴۔ایضاً،ص ۳۲۴
۵۵۔ابن جوزی، مولد العروس (اردو ترجمہ۔دوست محمد شاکر)، سیالکوٹ: قادری کتب خانہ، سن ن، ص ۲۸
۵۶۔کوثریہ، ص ۹۵
۵۷۔کلیاتِ نعت، ص ۳۵۷
۵۸۔کلیات عزیز احسن، ص ۲۳۸
۵۹۔صلوۃ نعت، ص ۳۴
۶۰۔نعت رنگ، ۲۵، ص ۸۶۴
۶۱۔مہکتا مدینہ، ص ۲۸
۶۲۔ظہیر احمد، پروفیسر، صدیقی، تصوف اور تصوراتِ صوفیہ، لاہور: سنگِ میل بکس، ۲۰۰۸،ص ۴
۶۳۔کلیاتِ ولی، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۰۸، ص ۲۹۱
۶۴۔دیوانِ درد، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۰۳، ص ۱۳۴
۶۵۔طیب ابدالی، ڈاکٹر، اردو میں صوفیانہ شاعری، الہ آباد: اسرار کریمی پریس، ۱۹۸۴، ص ۱۲۳
۶۶۔کلیاتِ فانی، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۰۳، ص ۱۳۲
۶۷۔کلیات قیصر نجفی، ص ۵۱۹
۶۸۔شہزاد مجددی، ڈاکٹر، کلیاتِ شہزاد مجددی، لاہور: نعت مرکز، ۲۰۱۷، ص ۲۷۳
۶۹۔لی مع اللہ، ص ۳۴
۷۰۔تصوف اور تصورات صوفیہ، ص ۳۸۸
۷۱۔کلیات قیصر نجفی، ص ۵۱۷

۷۲۔آئینہ عقیدت،ص ۱۹۶
۷۳۔لی مع اللہ،ص ۲۸
۷۴۔خزینہ رحمت،ص ۱۷
۷۵۔انوار جمال،ص ۱۰۰
۷۶۔عابد سعید عابد،رسائی،راولپنڈی: فیض الاسلام پریس، ۲۰۰۴،ص ۵۶
۷۷۔آئینہ عقیدت،ص ۶۷
۷۸۔کلیاتِ نعت،ص ۳۷۶
۷۹۔لی مع اللہ،ص ۲۸
۸۰۔کلیات شہزاد مجددی،ص ۲۲۸
۸۱۔عابد سعید عابد،نجات،راولپنڈی: کاشی برادر گوجر خان، ۲۰۰۱،ص ۳۲
۸۲۔آبجوئے کرم،ص ۶۵
۸۳۔ورد مسلسل،ص ۹۶
۸۴۔عابد سعید عابد،زیارت،راولپنڈی: فیض الاسلام پریس، ۲۰۰۳،ص ۸۴
۸۵۔حریم نور،ص ۵۲
۸۶۔تصوف اور تصوراتِ صوفیہ،ص ۴۲۷
۸۷۔حرفِ عقیدت،ص ۲۵
۸۸۔جواہرا،ص ۷۳
۸۹۔درود ان پر سلام ان پر،ص ۱۳۹
۹۰۔جواہرا،ص ۱۸۷
۹۱۔نئی صدی نئی نعت،ص ۲۴۵
۹۲۔نئی صدی نئی نعت،مرتب،خورشید ربانی فیصل آباد: مثال پبلیشرز، ۲۰۱۶،ص ۱۲۵
۹۳۔شاداب صدیقی، گنجینۂ نور، کراچی: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۲۳،ص ۸۱
۹۴۔کلیات شہزاد مجددی،ص ۲۲۷
۹۵۔آئینہ عقیدت،ص ۱۱۴
۹۶۔سہ ماہی فنون، ۱۳۲،ص ۲۲

۹۷۔سبیل،ص ۸۷
۹۸۔۔ورد مسلسل،ص ۱۷۱
۹۹۔صلوۃِ نعت،ص ۶۶
۱۰۰۔کلیات قیصر نجفی،ص ۴۵۷
۱۰۱۔جواہرا،ص ۱۴۰
۱۰۲۔نعت خط،۱۹۷
۱۰۳۔کلیات عزیز احسن،ص ۱۵۳
۱۰۴۔نورالحسن نورنوابی عزیزی،ثنا کی نکہتیں،ص ۱۵۱
۱۰۵۔ممدح محمود،ص ۱۳۱
۱۰۶۔نور نہا یارستہ،ص ۶۵
۱۰۷۔قبولیت،ص ۳۷
۱۰۸۔آپ!اسرارازل،ص ۴۲
۱۰۹۔رفیع الدین راز،روشنی کے خدو دخال،کراچی:میڈیا گرافکس،۲۰۰۵،ص ۱۶۲
۱۱۰۔نعت ہوئی،ص ۱۸۶
۱۱۱۔کلیات شہزاد مجددی،ص ۲۸۲
۱۱۲۔اے رسولِ امیں،ص ۱۲۰
۱۱۳۔نعت نما،ص ۶۷
۱۱۴۔حریم نور،ص ۱۷۳
۱۱۵۔روشنی کے خدوخال،ص ۵۲
۱۱۶۔علیم ناصری،طلع البدر علینا،لاہور:مکتبہ قدوسیہ،۲۰۰۴،ص ۸۸
۱۱۷۔خورشید رضوی،ڈاکٹر،نسبتیں مرتب،ارسلان احمد ارسل،لاہور:انٹرنیشنل نعت مرکز،۲۰۱۵،ص ۲۷
۱۱۸۔آیاتِ نعت،ص ۱۴۷
۱۱۹۔آئینہ عقیدت،ص ۴۱
۱۲۰۔لی مع اللہ،ص ۸۳
۱۲۱۔ایضا،ص ۱۳۰

باب چہارم

اردو نعت میں اساطیر، ہندی اور جغرافیائی تلمیحات

اساطیر سے مراد قدیم قصے ہیں جو سنی سنائی باتوں یا سینہ بہ سینہ سفر کرتی ان کہانیوں پر مشتمل ہیں جو صدیوں سے ہماری روایات کا حصہ ہیں۔انھیں دیومالائی یا اساطیری داستانیں بھی کہا جاتا ہے۔اساطیر کی جمع اسطورہ ہے اور قرآن پاک میں اس کے لیے اساطیر اولین کا لفظ آیا ہے جس کا مطلب قدیم قصے ہیں۔ عربی میں قصص کا لفظ انھی معنوں میں ملتا ہے۔ ہندی میں اسے دیومالا کہتے ہیں اور انگریزی میں اس کے لیے متھ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔انور جمال لکھتے ہیں:

> ''دیومالا ،قدیم افسانوی قصوں اور دیوی دیوتاؤں سے متعلق آثار کو اساطیر، دیومالا یا علم الاصنام کہتے ہیں۔اس ضمن میں یونانی ،مصری اور ہندی دیومالا کو بہت اہمیت حاصل ہے۔نفس انسانی میں شاعری کی طرح دیومالا کا سرچشمہ بھی تخییل اولیٰ یا قصہ ساز فکر ہے۔انسان سمجھتا تھا کہ عناصر فطرت بھی اس کی طرح خوشی اور غم محسوس کرتے ہیں اور اس کے ہم ذات ہیں۔ یہ قصہ ساز فکر آج بھی شاعری میں مستعمل ہے۔آج کا شاعر بھی مظاہرِ قدرت سے اسی طرح ہم کلام ہوتا ہے اور ان پر زندہ صفات کا اطلاق کرتا ہے۔گویا دیومالا قصہ پارینہ نہیں بل کہ شاعری کی رگوں میں زندہ ہے''۔[1]

اس رائے کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ اساطیر یا دیومالائی قصے گزرے وقتوں اور قدیم دنیا کی روایتی کہانیاں ہیں جو ماضی کا آئینہ ہوتے ہیں۔ان قصوں میں ہزاروں برس کے قدیم سماج کی تصویریں پنہاں ہوتی ہیں جو انوکھے جہانوں کی داستانیں سناتی ہیں۔ان کہانیوں میں اس زمانے کی فکر بھی موجود ہوتی ہے اور فلسفہ بھی، جذبات بھی ان قصوں کے اندر سموئے ہوتے ہیں اور احساسات بھی۔ان کہانیوں کے کرداروں کی حقیقت تک رسائی مشکل ہوتی ہے لیکن ایک اجتماعی دانش اور گم شدہ تہذیبوں کی بازیافت آسانی سے ہوسکتی ہے۔

اساطیر کے مآخذ میں تاریخ بھی ہے اور مظاہر فطرت کی تجسیم بھی۔رسم و رواج بھی اساطیر ترتیب دیتے ہیں اور جغرافیائی عوامل بھی۔دنیا میں موجود اساطیر کا تعلق مختلف قوموں اور مختلف تہذیبوں ہے۔ اس لیے اس میں مختلف تہذیبی ،مذہبی اور معاشرتی عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ یہ قدیم داستانیں کسی مقصد اور شعور کی آئینہ دار ہوتی ہیں اور ادب میں اصطلاحات یا تلمیحات کی صورت مستعمل ملتی ہیں۔اگر چہ ان

داستانوں کی تفہیم مشکل ہے تاہم اکثر محققین اس سے مراد تاریخی واقعات لیتے ہیں اور اس تناظر میں انھیں سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں ۔

اردو ادب میں شامل اساطیر کا ایک غالب حصہ اسلامی تاریخ سے ماخوذ ہے جس میں پیغمبر اسلامؐ کی زندگی کے علاوہ اصحاب رسولؐ اور دیگر مشاہیر اسلام سے وابستہ تاریخی واقعات بھی شامل ہیں ۔تصوف سے وابستہ رسومات بھی اساطیر کی ایک شکل ہے تاہم یہاں ان اساطیر سے گریز کرتے ہیں کہ ان کا ذکر قبل ازیں قرآن و حدیث اور اسلامی تاریخی تلمیحات کے ذیل میں ہو چکا ہے ۔ہم یہاں دنیا کی دیگر تہذیبوں اور مظاہر فطرت سے وابستہ ایسی تلمیحات کا یہاں جائزہ لیں گے جو اردو شاعری بالخصوص نعت میں مستعمل ہیں ۔اردو میں مستعمل اساطیر کا زیادہ تر حصہ ایرانی اساطیر پر مبنی ہے تاہم عربی اساطیر بھی ہیں اور یونانی بھی، مصری اساطیر سے صرف فرعون اور ققنس کا ذکر اردو شاعری میں نظر آتا ہے ۔

ثریا:

ستاروں کا ایک جھرمٹ، جو آسمان پر بہت واضح نظر آتا ہے، اسے ثریا کہتے ہیں ۔اس جھرمٹ کا ایک نام پروین بھی ہے ۔ پرانے وقتوں میں یونانی ان ستاروں کے ذریعے کھیتی باڑی ،طوفان اور موسم وغیرہ کے حالات معلوم کرتے تھے ۔ان کا خیال تھا کہ زمیں سے متعلق تمام معاملات کا حال ان ستاروں یا اس جھرمٹ کے ذریعے معلوم کیا جاسکتا ہے، اسی لیے انھوں نے آسمان کے سب سے روشن حصے ’’ثریا‘‘ کو مرکز نگاہ بنالیا۔وہ ثریا کے ہر ستارے کو ایک دیوتا سمجھتے تھے اور ہر ستارے سے الگ الگ کام منسوب کرتے تھے ۔قدیم ہیئت دان ٹالمی نے ثریا کے اس جھرمٹ میں موجود ستاروں کی تعداد 48 بتائی تھی لیکن جدید تحقیقات کے مطابق ثریا کا جھرمٹ دو ہزار چھوٹے ستاروں پر مشتمل ہے ۔ یونانیوں نے دیوتاؤں کی سات بیٹیوں کے ناموں کی نسبت سے ان سات ستاروں کو موسوم کیا تھا ۔انھیں اردو میں سات سہیلیوں کا جھمکا بھی کہتے ہیں ۔آسمان کی بلندیوں میں اس جھرمٹ کی موجودگی کے باعث ،شعرا نے بلند قامتی اور بلند مقامی کے لیے ثریا کو بہ طور تلمیح استعمال کیا ہے ۔

ہوا ہے مقتدیٰ اُنؐ کا سرافراز
وہ ہم دوشِ ثریا ہو گیا ہے
ریاض حسین زیدی [۲]

یوں تو اُمیؐ ہیں مگر آپؐ کی دانش کا کمال
ذرۂ خاک کو ہم دوشِ ثریا کرنا
رشید ساقی۳

لمسِ پائے مصطفیؐ سے خاک ہے تاباں مری
ناز ہو مجھ کو نہ کیوں رشکِ ثریا میں بھی ہوں
محبوب الٰہی عطا۴

پہنچ جاتا ہے فرشِ خاک سے اوجِ ثریا پر
مرے آقاؐ جسے اپنی محبت دان کرتے ہیں
محمد عارف قادری۵

بخشا ہے مجھے اوجِ ثریا ترے در نے
چھوٹے گا کبھی مجھ سے نہ دامانِ غلامی
بشریٰ فرخ۶

زینۂ عرشِ معلیٰ پر قدم سرکارؐ کے
حلقۂ اوجِ ثریا ہے کمالِ مصطفیؐ
دلاور علی آزر۷

عنقا:

عنقا کے معنی نایاب، نادر اور معدوم کے ہوتے ہیں۔ اس سے ایک خیالی پرندہ بھی مراد لیا جاتا ہے جو کوہ قاف میں رہتا ہے، بعض لوگ اسے سیمرغ بھی کہتے ہیں۔ یہ خیالی پرندہ نایاب ہونے کے ساتھ قدوقامت میں بھی عام پرندوں سے بڑا بتایا جاتا ہے۔ مولانا وحیدالدین سلیم لکھتے ہیں:

''یہ ایک لمبی گردن کا عظیم الشان جانور تھا۔ اس کا چہرہ آدمی جیسا، پاؤں چار تھے اور پر کئی رنگ کے تھے، بچوں کو اٹھالے جاتا تھا۔ جس زمانہ میں اس کا ظہور ہوا، حیطلہ اس زمانہ کے پیغمبر تھے۔ لوگوں نے ان سے شکایت کی۔ ان کی دعا سے یہ جانور ایک جزیرہ میں بھیج دیا گیا اور عام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گیا۔ اب وہ اس جزیرہ میں ہاتھی اور اژدھے کا شکار کر کے کھاتا ہے''۔۸

اردو نعت میں اس تلمیح کو نایاب، ناپید اور معدوم ہونے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے، چند نمونے دیکھیے۔

پایا جب خود کو درِ سرکارؐ پر پہنچا ہوا
ہر صعوبت مٹ گئی ، رنج و الم عنقا ہوا
راجارشید محمود۹

توحید کو مل گیا تنفس
تثلیث کا سانس رک گیا ہے
انگشت بدنداں منطق و عقل
مشتِ پرِ کاہ فلسفہ ہے
اک عقدہ کشائی پر نہیں حصر
بالِ عنقا بھی مل گیا ہے
خالد علیم۱۰

یوں بھی تو عنایت ہے،اُس شہرِ کرم جانا
امکاں ہیں اگر عنقا،احساس سے اُس کو چھو
مقصود علی شاہ۱۱

حدِ ادب سے ہو گئی عنقا صریرِ کلک
قرطاس اور قلم کو بھی عرفانِ نعت ہے
رحمن حفیظ۱۲

ہما:

ہما ایک خیالی یا فرضی پرندہ ہے جو خوش بختی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔اس کے بارے میں مشہور ہے کہ جس شخص پر اس کا سایہ پڑ جائے اسے بادشاہی ملتی ہے اور وہ دولت و ثروت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔عوام اسے مبارک خیال کرتے ہیں اور ہر امیر اور ثروت مند شخص کے بارے میں گماں کرتے ہیں کہ اس کے سر سے ہما گزرا ہے۔اس کی خوراک ہڈی ہوتی ہے اور یہ ایک وقت میں ایک ہی حیات ہوتا ہے،اس کے مرنے پر دوسرا ہما پیدا ہوتا ہے۔

جو پرِ کاہ سے کمتر تھا وطن میں اپنے
وہ درِ شاہؐ پہ ہے بالِ ہما کی صورت
ریاض حسین چودھری۱۳

معدوم ہے سایۂ بالِ ہما، مفقود ہے معنیٔ بختِ رسا
ہے نجمِ سعادت جس کی ضیا ایک ایسا نگینہ دل میں ہے
شہاب صفدر ۱۴؎

بادِصبا و بادِ نسیم:

صبا سے مراد صبح سویرے چلنے والی ہوا ہے جو موسمِ بہار میں چلتی ہے۔اردو شاعری میں اس اصطلاح سے کئی مرکبات وجود میں آئے ہیں جن میں بادِ صبا، دستِ صبا، صبا مثال وغیرہ۔اس کے علامتی استعمال کے علاوہ شعرا نے اس فطری مظہر کی تجسیم بھی کی ہے اور اس سے کلام بھی کیا ہے۔اسے ایک پیامبر کی حیثیت دے کر محبوب کی طرف بھیجا جاتا ہے۔اردو نعت میں بھی اس کو تلمیح کو کثرت سے استعمال کیا گیا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ بادِ نسیم کو بھی تلمیح بنایا جاتا ہے۔نسیم سے مراد خنک اور نرم رو ہوا ہے جو اپنی تازگی اور آہستگی کے باعث دل کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔

کاش میں خود درِ سرکارؐ پہ حاضر ہو جاؤں
نالۂ شوق سے معمور ، صبا سے پہلے
عزیز احسن ۱۵؎

مواجہہ کی فضاؤں میں کہاں کچھ یاد رہتا ہے
صبا بھی نام دیوانوں کے اکثر بھول جاتی ہے
ریاض حسین چودھری ۱۶؎

دل جاگتا ہے روز اسی آواز سے
کانوں میں کہتی ہے صبا ، صل علیٰ
ریاض مجید ۱۷؎

یہ تصور کی کرامت ہے بہ فضلِ ربی
میں مدینے میں پہنچتا ہوں صبا سے پہلے
عزیز الدین خاکی ۱۸؎

حاتم طائی:

حضورِ اکرمؐ کی بعثت سے پہلے کے زمانے میں قبیلہ طے کا ایک بہت دولت مند اور شریف الطبع

انسان جو اپنی رحم دلی اور سخاوت میں مشہور تھا، حاتم طائی کے نام سے معروف ہے۔ اس کی سخاوت کے قصے دنیا کی ہر زبان میں لکھے ملتے ہیں، اردو میں اس داستان کو" آرائش محفل" کے نام سے حیدر بخش حیدری نے ترجمہ کیا ہے۔ حضور کریمؐ کے زمانے میں اس کی بیٹی جنگی قیدی کی حیثیت سے پیش کی گئی تو اس نے اپنے تعارف میں حاتم طائی کی سخاوت اور اعلیٰ اخلاق کا حوالہ دیا جس پر سرکار دو عالمؐ نے اسے نہ صرف آزاد کر دیا بل کی اس کی سفارش پر تمام قیدیوں کو بخش دیا۔ فراخ دلی اور سخاوت کی وجہ سے اس کا نام ضرب المثل بن چکا ہے۔ حاتم طائی شاعر بھی تھا اور اس کا دیوان شائع ہو چکا ہے۔ اردو میں اس کی سخاوت کے حوالے سے تلمیحات ملتی ہیں۔

حاتم سے حقیقت میں بڑھ کر ہے سخاوت میں
جو شخص کہ آقاؐ کا سائل نظر آتا ہے
محمد حنیف نازش قادری [19]

توفیق ہو تو فاتحِ مکہ کو دیکھیے
انسان کی بلندیِ رتبہ کو دیکھیے
حاتم! ملاحظہ ہو سخاوت کا یہ کمال
نوشیرواں! ذرا شہِ بطحاؐ کو دیکھیے
کیا اور بھی کہیں کوئی ایسی مثال ہے
بولو یہ جود و عدل کی کیسی مثال ہے
شہاب صفدر [20]

ہوا ہے حاتمِ طے نامور سخاوت میں
مگر جو فیض رساں خاندانِ رحمت ہے
خورشید ربانی [21]

ب۔ ہندی تلمیحات:

ہندی تلمیحات سے مراد ہندوانہ اصطلاحات اور ہندو دیومالا کا تلمیحاتی تذکرہ ہے۔ اردو پر اگر چہ فارسی اور عربی کے اثرات قدیم زمانے سے چلے آتے ہیں لیکن اس کی پرورش چوں کہ برصغیر میں ہوئی ہے اور ہندو ازم یہاں کا ایک اہم مذہب ہے، اس لیے اس کی رسومات، اصطلاحات اور اس کی تلمیحات

کا ذکر اردو زبان و ادب میں ہونا اچنبھے کی بات نہیں ۔اردو شاعری میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں ۔ اردو نعت میں ہندی تلمیحات اول اول محسن کاکوروی نے متعارف کرائیں ۔ان کے بعد عبدالعزیز خالد نے اس طرف توجہ دی لیکن ان کے علاوہ ہندی تلمیحات و اشارات نعت میں کسی نے کم ہی استعمال کیے ہیں ۔گزشتہ دو دہائیوں میں لکھی گئی اردو نعت میں مستعمل ہندوانہ اصطلاحات اور دیومالا کا جائزہ لیں تو ہندی تلمیحات زیادہ مستعمل نظر نہیں آتیں تاہم اس کے چند ایک نمونے مل جاتے ہیں ۔

دیوتا:

دیوتا ہندومت کی ایک اصطلاح ہے جو معبود کے لیے رائج ہے، یہ اصطلاح مذکر و مونث دونوں کے لیے استعمال ہوتی ہے ۔دیو اور دیوی اس کے مترادفات ہیں ۔دیو ایک مافوق الفطرت ہستی ہوتی ہے جو مقدس اور پاکیزہ سمجھی جاتی ہے اور طاقت ور بھی ہوتی ہے ۔ان ہی خوبیوں کی وجہ سے لوگ اس کی پرستش کرتے ہیں اور اس سے مدد کے طالب ہوتے ہیں ۔ہندوازم میں دیو یا دیوتا کا تصور خدا کے معنی میں ہوتا ہے ۔اردو شاعری اور خاص طور پر نعت میں اس سے وابستہ تلمیحات کم کم نظر آتی ہیں ۔

اے دیوِ ہوس ! مجھ پر کیا زور چلے تیرا
رہتے ہیں مرے دل میں دلدار مدینے کے
نصیر الدین نصیر ۲۲

دیوِ نفس کو کرتے ہیں بس میں
اُس در کے بَردے ، جبریل شہپر
ریاض مجید ۲۳

اندر کے خوف بے پناہ سے
باہر کا خوف بڑھ گیا ہے
ڈرتا ہے اپنے آپ سے بھی
ہر سنگِ راہ دیوتا ہے
خالد علیم ۲۴

راج کمار:

راج کمار ہندی اصطلاح ہے جو شہزادے اور بادشاہ کے بیٹے کے لیے استعمال کی جاتی

ہے۔اس سے ولی عہد بھی مراد لیا جاتا ہے۔اس اصطلاح کا استعمال اردو شاعری کی مجموعی فضا میں بھی عام نہیں اور اردو نعت میں بھی خال خال ہی ہے۔اردو نعت میں عبدالعزیز خالد کے بعد خالد احمد نے اردو نعت میں ہندی اصطلاحات اور دیومالائی کرداروں کو متعارف کرایا ہے۔خالد احمد کی ایک نعتیہ مثنوی سے یہ اشعار دیکھیں جن میں راج کمار کی اصطلاح استعمال کی گئی۔

بھیڑیے پھاڑ نہ کھائیں ان کو
باگھ اجاڑ نہ پائیں ان کو
راج کمار نحیفوں کا تُو
ہار سنگھار ضعیفوں کا تُو

خالد احمد ۲۵

چتا:

چتا سے مراد لکڑیوں کا ڈھیر ہے۔اصطلاحاً اس سے مراد وہ رسم ہے جس میں ہندو اپنے مردے جلاتے ہیں۔ہندوازم میں مردے کو جلانے سے متعلق یہ نظریہ کارفرما ہے کہ انسان مٹی، پانی، ہوا، آگ اور آکاش سے بنا ہے، اس لیے جب وہ مرتا ہے تو یہ سب چیزیں اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتی ہیں۔روح آکاش کی طرف جاتی ہے اور جسم کو جلانے سے باقی چار عناصر آگ میں جلنے سے آگ، دھواں ہوا سے اور راکھ کا کچھ حصہ مٹی میں مل جاتا ہے جبکہ جلی ہوئی ہڈیاں پانی میں بہا دینے سے پانی کا حصہ پانی میں مل جاتا ہے۔

اگر نہ کشتِ یقیں پہ برسیں سحابِ لطف ِ نبی کی بوندیں
تو بے اثر ہے ریاضتوں کی چتا میں خود کو بٹھائے رکھنا

شہزاد مجددی ۲۶

وید:

وید ہندوؤں کی قدیم الہامی کتب کے مجموعے کا نام ہے جو پانچ سو قبل مسیح میں لکھی گئیں۔آریوں کی ہندوستان آمد کے بعد چوتھی صدی قبل مسیح تک ہندوؤں کا جو مذہبی سرمایہ وجود میں آیا اسے وید یا ویدک ادب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ان کے مندرجات میں دیگر مذاہب کے عناصر جن میں یونانی، زرتشتی اور دیگر بھی شامل ہیں۔یہ وید ابدی اور روحانی صداقتوں پر مشتمل ہیں جنھیں قدیم زمانے کی

روحانی شخصیات نے محفوظ کیا۔ان کتب میں رگ وید،سام وید،یجر وید اوراتھر وید شامل ہیں ۔ہندوؤں کے تہذیبی افکار کو ان کتب میں جمع کیا گیا ہے جو اشعار کی صورت میں لکھے گئے ہیں ۔

انجیل میں زبور میں گیتا میں وید میں
ہے جس کا تذکرہ وہ سراپا تمہی تو ہو

فراست رضوی ۲۷

علم و عمل کا شہرِ منور رسولؐ ہے
ہر حسنِ ذات موتی ہے مصدر رسولؐ ہے
عادات میں نمونۂ کامل ہے نفس پاک
اجمالِ کل ، کمال کا پیکر رسولؐ ہے
ویدوں کی یادداشت نہ پاژند کی بھول میں
سب مسئلوں کا حل ہے اطیعوالرسولؐ میں

شہاب صفدر ۲۸

لے چل بہ سوئے کوئے پیمبر پئے علاج
ویدوں کی بات کر نہ دواؤں کی بات کر

محمدعارف قادری ۲۹

گنگا:

گنگا ہندوانہ عقائد میں ایک مبارک دریا ہے جس میں نہانے سے انسان کے گناہ دھل جاتے ہیں ۔ہندو اپنے مردے جلا کر ان کی راکھ بھی اسی دریا میں بہاتے ہیں ۔ڈاکٹر گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں :

''پرانوں کے عقیدے کے مطابق گنگا ُہماچل‘ کی بیٹی ہے اور یہ شروع شروع میں سورگ (بہشت) میں بہتی تھی ۔کہا جاتا ہے کہ راجہ ساگر کے ساٹھ ہزار بیٹے کپل دیوتا کے قہر وغضب سے جل کر خاکِ سیاہ ہو گئے ۔ان کی نجات کے لیے ساگر کے خاندان کے لوگ گنگا کو سورگ سے پرتھوی پر اتارنے کی کوششیں کرتے رہے لیکن کامیابی نہ ہوئی ۔بالآخر راجا بھاگیرتھ کی ریاضت اور نفس کشی کے اثر سے برہماجی نے گنگا کو اجازت دے دی کہ وہ پرتھوی پر جا کے بہیں،لیکن پرتھوی اس ذمے داری کو قبول کرنے سے معذور تھی چنانچہ اس سلسلے میں مہادیو جی کی خدمات حاصل کی

گئیں ۔انھوں نے گنگا کو اپنی جٹاؤں میں اتارا اور اس کے جوش وشدت کو کم کر کے اس کے صرف ایک حصے کو زمین پر بہنے دیا۔گنگا سے چھوتے ہی راجا ساگر کے ساٹھ ہزار بیٹوں کو نجات حاصل ہوئی اورگنگا مستقل طور پر پرتھوی پر بہنے لگی''۔ ۳۰

اردو شاعری میں گنگا کی تلمیح مختلف رنگوں میں استعمال کی جاتی ہے ۔عام طور پر تو اس سے تقدس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے لیکن اردو میں کئی محاورات اور تراکیب بھی مستعمل ہیں جن میں گنگا نہانا، بہتی گنگا میں ہاتھ دھونا، الٹی گنگا وغیرہ شامل ہیں ۔اس تلمیح کو بھی بہت کم برتا گیا ہے ۔شہاب صفدر کے ایک قصیدے میں اس کا استعمال نظر آتا ہے جو محسن کاکوروی کے تتبع میں لکھا گیا۔

چشمۂ فیض سے سیراب ہوا راجستھان
موجۂ نور سے اشنان کرے گنگا جل
شہاب صفدر ۳۱

پوجا گھر (مندر):

پوجا گھر سے مراد ہندوؤں کا عبادت خانہ ہے جسے عام بول چال میں مندر کہا جاتا ہے ۔ پوجا گھر میں دیوی یا دیوتاؤں کی مورتیاں رکھی جاتی ہیں اور جو مورتی جس مندر میں ہوتی ہے، وہ اس کے نام سے ہی منسوب ہوتا ہے ۔مثال کے طور پر شیو مندر وہ ہوتا ہے جہاں ہندوؤں کے بھگوان شیو جی کی مورتی رکھی ہوتی ہے، اسی طرح سرسوتی مندر میں سرسوتی کی مورتی رکھی ہوتی ہے جو علم و دانش کی دیوی سمجھی جاتی ہے ۔لکشمی مندر میں لکشمی دیوی کی مورتی رکھی ہوتی ہے، یہ دیوی مال و دولت اور آسودگی کے لیے مشہور ہے ۔مندر کا تصور بدھ مت اور جین مت میں بھی ملتا ہے ۔اردو نعت میں اس تلمیح کا استعمال نہ ہونے کے برابر ہے ۔

ہر گھر ایک خدا بیٹھا تھا
ہر گھر پوجا گھر لگتا تھا
اپنی صورت اپنی مورت
ہر خود آرا پوج رہا تھا
خالد احمد ۳۲

کھل نائیک:

ہندی میں کھل نائیک کی اصطلاح ایک گناہ گار اور مجرم بندے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ یہ اصطلاح زیادہ تر ہندی فلموں میں مستعمل رہی ہے اور اس نام سے ایک فلم بھی بنی تھی۔ اردو نعت میں اس کا استعمال صرف خالد احمد کی ایک مثنوی میں نظر آیا ہے۔

نائیک بھی کھل نائیک بھی ہیں
لائق بھی نالائق بھی ہیں
یہ گم راہ مرے بندے ہیں
میرے بعد، ترے بندے ہیں
سیدھی راہ دکھانا ان کو
لیکن بھول نہ جانا ان کو
خالد احمد ۳۳

ج۔ جغرافیائی تلمیحات:

جغرافیائی تلمیحات سے مراد ایسی تلمیح ہے جو کسی شہر، ملک یا علاقہ کی طرف اشارہ کرے۔ اردو شاعری اور بالخصوص نعت میں مکہ، مدینہ، بطحا، فاران، وادی ایمن، طیبہ، طائف، کربلا اور دوسرے علاقوں کے نام استعمال ہوئے ہیں۔ مدینہ کا لفظ زیادہ مستعمل ہے اور شعرا کی ایک کثیر تعداد نے اسے ردیف کے طور پر بھی استعمال کیا ہے۔ پاکستان کے نعت گو شعرا نے مذکورہ بالا شہروں کے ناموں کے علاوہ مقامی شہروں کے نام بھی استعمال کیے ہیں۔ ذیل میں چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

پہلے بے دانش تھا میں، بے عقل تھا، بے ذوق تھا
جب مدینے آ گیا تو دانا و بینا ہوا
راجا رشید محمود ۳۴

خوش قسمتی نسیم سحر اُن پہ ختم ہے
جن کو برائے دید میسر مدینہ ہے
نسیم سحر ۳۵

کہیں قدم نہ رکیں رہرو رہِ بطحا
وہ سامنے سرِ منزل چراغ جلتے ہیں
عرش ہاشمی۳۶؎

ایک چھوٹا سا نگر یوں تو مدینہ ہے مگر
اس کی تقدیر میں سب سے بڑا انسان ہوا
نورین طلعت عروبہ۳۷؎

واللہ ! صرف زائرِ طیبہ کو ہو تو ہو
احساس جو مجھے ابھی دورانِ نعت ہے
رحمان حفیظ۳۸؎

آنکھوں میں تیرتے ہیں مدینے کے صبح و شام
محسوس ہو رہا ہے کہ امکانِ نعت ہے
کاشف عرفان۳۹؎

رشکِ بخارا ، رشکِ سمر قند سرزمیں
یہ سرزمین چھچھ بھی گلستانِ نعت ہے
فائق ترابی۴۰؎

پنڈی سے میرے آقاؐ پیغام یہ ملا ہے
عیدی مرے نبیؐ میرے لیے بھی لانا
ریاض حسین چودھری۴۱؎

مولا ، عجم کے گنگ بیاباں میں جا بہ جا
مدحت کے اصفہان ہیں ، ملتانِ نعت ہے
احمد جہانگیر۴۲؎

ہم میلسی کے لوگ ،عقیدت مزاج ہیں
خرم! یہ شہر ،شہرِ غلامانِ نعت ہے
خرم جمیل۴۳؎

میں وہ بلوچ ہوں کہ دلِ عشق زار کو
جس زاویے سے دیکھیے بولانِ نعت ہے
ضیا بلوچ ۴۴؎

مذکورہ بالا تلمیحاتی آثار اس بات کے شاہد ہیں کہ جو اساطیری، ہندی اور جغرافیائی تلمیحات نعت میں استعمال ہوتی ہیں، یہاں ان کا ذکر کیا گیا ہے تاہم بہت سی تلمیحات ایسی بھی ہیں جو خال خال یعنی بہت کم شعرا استعمال کرتے ہیں۔ان تلمیحات میں رسمی، محاوراتی، ضرب المثال اور کچھ دیگر تلمیحات شامل ہیں۔ایسی تلمیحات کا استعمال بھی شعری حسن کا باعث ہوتا ہے تاہم اردو نعت چوں کہ بہت نزاکتیں رکھتی ہے، اس لیے شعرا کے لیے اس کے فنی محاسن کے اہتمام میں کچھ مشکلات ضرور در آتی ہیں، خاص طور پر ہندی تلمیحات کا استعمال مشکل ہوتا ہے۔ازحد احتیاط کے اصول نے ہی شعرا کو تاریخی، اساطیری، ہندی اور دوسری تلمیحات کے استعمال سمیت بہت سے دوسرے علمی و فنی محاسن کے استعمال سے روک رکھا ہے۔دوسرا ہندی تلمیحات و اشارات کو بعض ناقدین نعت مستحسن نہیں سمجھتے، اس لیے بھی ان کا استعمال کم ہی کیا جاتا ہے۔اس ضمن میں محسن کاکوروی کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے کہ انھوں نے ہندی کلچر کو فروغ دیا ہے نعت نہیں لکھی اور یہ کہ ان کی یہ کاوشیں ہندی ادب کے طور پر زیرِ غور لائی جائیں۔

نعت گوئی مسلمان کے لیے مذہبی فریضہ اور عبادت ہے، اس پر مستزاد یہ کہ نعت لکھنے کے لیے شرائط بھی کڑی رکھنی پڑتی ہیں۔حمد نگار کو تو راستے کھلے ملتے ہیں کہ وہ جتنا غلو کرے مگر نعت نگار کا سفر پل صراط کا سا ہوتا ہے، اسے ہزاروں احتیاطیں سامنے رکھنی ہوتی ہیں۔گزشتہ دو دہائیوں کی نعت میں بھی اس احتیاط کا خیال کیا گیا ہے تاہم بعض شعرا کے ہاں صرف عقیدت کے آثار ملتے ہیں تو بعض مسلکی محبت سے مجبور ہو کر اپنے عقائد کا پرچار نعت میں بھی کرتے رہتے ہیں۔گزشتہ بیس، بائیس سال کی نعت کا یہ جائزہ بالخصوص ہندی اور اساطیری تلمیحات کے حوالے سے خوش کن ہے کہ شعرا ان تلمیحات کو بھی استعمال میں لاتے ہیں جس سے ان کی وسعتِ قلبی بھی نظر آتی ہے اور فنِ شعر پر گرفت بھی کہ وہ کس قرینے سے ان تلمیحات کو استعمال کرتے ہیں جن کا استعمال ممنوع سمجھا جاتا ہے۔

ہندی لفظیات و مصطلحات کے امتناع کا معاملہ محسن کاکوروی کے دور میں پیدا ہوا تھا لیکن ان کی دلیل یہ تھی کہ میں ان کے استعمال کے ساتھ اسلام کی عظمت اور حضورؐ کی سیرت کے نقوش واضح کر رہا ہوں۔دوسرا نقل کفر، کفر نہ باشد کے مصداق ان کا استعمال ممنوع نہیں ہونا چاہیے، بس یہ شرط برقرار رکھی جانی چاہیے کہ ایسی لفظیات کے استعمال میں سلیقہ اور قرینہ پیشِ نظر رہے اور ان کے استعمال کا جواز بھی۔

اردو نعت کے گزشتہ بیس بائیس سالوں کے جائزہ سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آئی ہے اس میں مقامی تلمیحات کا تناسب نہ ہونے کے برابر ہے۔ برصغیر کی تاریخی شخصیات اور تاریخی واقعات کا ذکر ہو یا مقامی اساطیر کا، اس کی مثالیں کم کم نظر آتی ہیں۔شعرا کی اکثریت نے نعت گوئی کو درود وسلام کی حد تک ہی محدود رکھا ہے تاہم فن کی سطح پر نعت کو شعری محاسن کے ساتھ برتنے والے شعرا بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں۔مذکورہ بالا مندرجات میں گزشتہ بیس، بائیس سال کے سرمایہ نعت کا جو انتخاب پیش کیا گیا ہے وہ نعت کے حوالے سے تازہ کاری کی مثالیں بھی سامنے لاتا ہے اور روایت سے اکتساب کی بھی۔

تلمیحات کے استعمال میں، موجودہ عہد کے شعرا نے روایت سے روشنی لینے کے ساتھ نئے مضامین بھی اختراع کیے ہیں اور نئے تناظرات بھی سامنے لائے ہیں۔اس طرح موجودہ عہد کی نعت فکری گہرائی کے ساتھ فنی لوازمات سے بھی مرصع ہے، جس سے شعری لطف فزوں ہوتا چلا گیا ہے۔اس حوالے سے یہ بات بھی غور طلب ہے کہ نعت کا زیادہ تر سرمایہ غزل کی ہیئت میں ہے۔اس لیے غزل کی تہذیبی تشکیل نے اردو نعت میں بھی اپنا رنگ دکھایا ہے اور وہ تلمیحات جو غزل کا امتیاز رہی ہیں وہ اردو نعت کا بھی حصہ بنی ہیں اور تاریخی وتہذیبی رچاؤ کے ساتھ سامنے آئی ہیں۔اس ضمن میں حفیظ تائب، احمد ندیم قاسمی، توصیف تبسم، ریاض مجید، خورشید رضوی، منظر ایوبی، ریاض مجید، صبیح رحمانی سمیت کئی شعرا کی نعت خصوصی اہمیت رکھتی ہے۔

تلمیحات کے استعمال سے نعت کے اظہاریے میں جہاں اثر آفرینی پیدا ہوئی وہیں جذبہ و احساس کے بیان میں بے ساختگی کا عنصر بھی نمایاں ہوا۔معنی میں گہرائی اور گیرائی پیدا ہوئی اور اس تہ داری نے اسلوبِ بیان کو تابندہ تر کر دیا۔علاوہ ازیں تلمیحات نے شعر کی اثر پذیری کو بھی فزوں کیا اور نعتیہ ادب نے عوام وخواص میں یکساں طور پر پذیرائی حاصل کی۔نعتیہ محافل یوں بھی عشقِ رسولؐ کے فروغ اور تعلیماتِ نبوی کی تبلیغ کا پراثر ذریعہ ہیں، اس لیے فنی محاسن سے مملو نعت ان کے ذوق کی ترقی کا سبب بھی بن رہی ہے۔تلمیحاتی نظام، فکرو احساس کی پیش کاری میں جس قدر سود مند ثابت ہوا ہے اور ابلاغ کی منزل کے لیے جس طرح سمت نما ہوا، وہ نعت سمیت پوری اردو شاعری کا طرۂ امتیاز ہے۔شعرائے نعت نے جو تلمیحات استعمال کی ہیں، ان میں صرف واقعۂ معراج کا بیان ہی دیکھ لیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ اس نے عام مسلمان کو ذہنی اور قلبی سطح پر کس قدر بلند فکری عطا کی ہے۔

واقعۂ معراج سے جڑی یہ بلند فکری ایمان ویقین کے در بھی وا کرتی ہے اور فکر ونظر کو بالیدگی بھی

بخشتی ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ غزل کی طرح، اردو نعت میں بھی تلمیحاتی اسلوب، تہذیبی رجحان کا نمائندہ ہے، اس میں شخصی رجحان یا اظہار کم کم نظر آتا ہے۔ جذبہ و احساس کی سطح پر بھی، اردو کی مجموعی شعری فضا چونکہ تہذیبی رجحان کی حامل ہے، اس لیے اردو نعت کا ذخیرہ بھی اس سے الگ نظر نہیں آتا۔ اس مختصر سے جائزہ سے واضح ہوتا ہے کہ نئی صدی میں اردو نعت میں دوسرے فنی محاسن کی طرح تلمیحاتی سطح پر بھی اظہار و ابلاغ کی نئی دنیائیں دریافت ہو رہی ہیں۔

حوالہ جات:

۱۔انور جمال، ادبی اصطلاحات، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۹۳ء،ص ۷

۲۔اے رسولِ امیں،ص ۱۴۴

۳۔آئینہ عقیدت،ص ۱۷۳

۴۔لی مع اللہ،ص ۵۳

۵۔دولتِ بیدار،ص ۴۸

۶۔بشریٰ فرخ، بعد از خدا بزرگ توئی، کرچی، پاسبان حمد و نعت، ۲۰۲۲ء ص ۳۲

۷۔نقش،ص ۱۴۲

۸۔افاداتِ سلیم،ص ۱۲۵

۹۔صلوٰۃ نعت،ص ۲۱

۱۰۔نعت نما،ص ۵۴

۱۱۔قبلہ مقال،ص ۶۶

۱۲۔جواہر ا،ص ۱۶۰

۱۳۔ریاض حسین چودھری، نصابِ غلامی، کراچی: نعت ریسرچ سنٹر، ۲۰۲۱ء،ص ۱۵۴

۱۴۔سبیل،ص ۷۰

۱۵۔کلیاتِ عزیز احسن،ص ۲۰۷

۱۶۔وردِ مسلسل،ص ۲۷۱

۱۷۔کلیاتِ نعت، ۳۲۵

۱۸۔آیاتِ نعت،ص ۱۳۶

۱۹۔نعت ہوئی،ص ۱۵۸

۲۰۔سبیل،ص

۲۱۔خورشید ربانی، غبارِ آئینہ، کراچی: رنگ ادب پبلی کیشن، ۲۰۲۱ء،ص ۱۱۹

۲۲۔کلیاتِ نصیر،ص ۱۱۷۹

۲۳۔کلیاتِ نعت،ص ۳۸۶

۲۴۔نعت نما،ص ۵۶

۲۵۔عرضِ ہنر،ص ۱۱۴۷

۲۶۔کلیاتِ شہزاد مجددی،ص ۲۲۵

۲۷۔آیاتِ محبت،ص ۵۷

۲۸۔سبیل،ص ۱۴۳

۲۹۔دولتِ بیدار،ص ۱۳۸

۳۰۔گوپی چند نارنگ،ڈاکٹر،اردو غزل اور ہندستانی ذہن وتہذیب،لاہور: سنگ میل پبلی کیشن،۲۰۰۵، ص ۳۲۷

۳۱۔سبیل،ص ۱۱۳

۳۲۔عرضِ ہنر،ص ۱۱۲۶

۳۳۔ایضاً،ص ۱۱۴۵

۳۴۔صلوٰۃ نعت،ص ۲۳

۳۵۔نعت نگینے،ص ۶۲

۳۶۔درود ان پر سلام ان پر،ص ۱۹۶

۳۷۔حاضری،ص ۶۳

۳۸۔جواہرا،ص ۱۶۰

۳۹۔ایضاً،ص ۳۲۱

۴۰۔جواہرا،ص ۳۰۴۱

۴۱۔نصابِ غلامی،ص ۳۵۵

۴۲۔جواہرا،ص ۴۹

۴۳۔ایضاً،ص ۱۴۵

۴۴۔ایضاً،ص ۲۳۶

کتابیات

بنیادی مآخذ:

قرآن پاک

احمد ندیم قاسمی، انوار جمال، لاہور: سنگ میل، ۲۰۰۷

ارشاد شاکر اعوان، نعت دریچہ، فیصل آباد: مثال پبلیشرز، ۲۰۱۴

اعجاز رحمانی، آسمانِ رحمت، کراچی: ادارۂ مدحتِ رسول، ۲۰۰۵

اعجاز رحمانی، کلیاتِ نعت، کراچی: کامیاب بک ڈپو، ۲۰۱۰

اعظم چشتی، کلیاتِ اعظم، لاہور: خزینہ علم و ادب، ۲۰۰۵

افتخار عارف، شہرِ علم کے دروازے پر، کراچی: مکتبہ دانیال، ۲۰۰۵

اقبال عظیم، نادیدہ، کراچی: فیئر فین پبلی شرز، ۱۹۷۹

امان خان دل، شہِ لولاک، کراچی: فضلی سنز، ۲۰۰۶

بسمل صابری، بیاضِ نظر، لاہور: جمہوری پبلی کیشن، ۲۰۱۸

بشریٰ فرخ، بعد از خدا بزرگ توئی، کرچی، پاسبان حمد و نعت، ۲۰۲۲

پروین زینب سروری، تسبیح نور، لاہور؛ مکتبہ جدید، ۲۰۱۵

پروین زینب سروری، حریم نور، لاہور: مکتبہ جدید پریس، ۲۰۱۸

توصیف تبسم، سلسبیل، اسلام آباد: عکاس پبلی کیشنز، ۲۰۱۱

جلیل عالی، نور نہایا رستہ، راولپنڈی: حرف اکادمی، ۲۰۱۸

جنید نسیم سیٹھی، ثنا نژاد، کراچی: نعت ریسرچ سنٹر، ۲۰۲۱

جیا قریشی، انوار آگہی، راولپنڈی: حرف اکادمی، ۲۰۲۱

حسن عسکری کاظمی، حرفِ عقیدت، لاہور: اظہار سنز، ۲۰۰۹

حفیظ تائب، کوثریہ، لاہور: القمر پرنٹرز، ۲۰۰۳

حفیظ تائب، طاقِ حرم، لاہور: القمر پرنٹرز، ۲۰۰۷

حمیرا راحت، رسائی روشنی تک، کراچی: جہان حمد پبلی کیشن، ۲۰۱۳

خالد احمد، عرض ہنر، لاہور: مکتبہ بیاض ۲۰۱۸

خالد علیم، نعت نما، کراچی: رنگِ ادب پبلی کیشن، ۲۰۲۱

خورشید ربانی، غبار آئینہ، کراچی: رنگ ادب پبلی کیشنز، ۲۰۲۱

خورشید رضوی، سرابوں کے صدف (یکجا)، لاہور: الحمد پبلی کیشن، ۲۰۰۷

خورشید رضوی، ڈاکٹر، نسبتیں مرتب، ارسلان احمد ارسل، لاہور: انٹرنیشنل نعت مرکز، ۲۰۱۵

دلاور علی آزر، نقش، لاہور: وراق پبلی کیشنز، ۲۰۱۸

رشید ساقی، آئینہ عقیدت، اسلام آباد: پیپر کمیونیکیشن سسٹم، ۲۰۱۴
رشید محمود، راجا، حدیث شوق، لاہور: سلیم بک سنٹر، ۱۹۸۶
رشید محمود، راجا، صلوٰۃ نعت، لاہور: یونیورسٹی آف منیجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، ۲۰۱۷
رفیع الدین راز، روشنی کے خدوخال، کراچی: میڈیا گرافکس، ۲۰۰۵
ریاض حسین چودھری، وردِ مسلسل، کراچی: نعت ریسرچ سنٹر، ۲۰۲۱
ریاض حسین چودھری، نصابِ غلامی، کراچی: نعت ریسرچ سنٹر، ۲۰۲۱
ریاض حسین چودھری، روشنی یا نبی، کراچی: نعت ریسرچ سنٹر، ۲۰۲۲
ریاض حسین زیدی، اے رسولِ امینؐ، لاہور: انٹرنیشنل نعت مرکز، ۲۰۲۰
ریاض الدین سہروردی، سید، دیوانِ ریاض، لاہور: کرماں والا بک شاپ، ۲۰۱۰
ریاض مجید، کلیاتِ نعت، فیصل آباد: نعت اکادمی، ۲۰۱۹
زاہد ہمایوں، ڈاکٹر، نعت کے ۱۰۱ رنگ، کراچی: رنگ ادب پبلی کیشن، ۲۰۲۲
سمعیہ ناز، خزینہ رحمت، اٹک: اکادمی فروغ نعت، ۲۰۱۷
شاداب صدیقی، گنجینۂ نور، کراچی: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۲۳
شمائلہ صدف، موجِ کرم، لاہور: انٹرنیشنل نعت مرکز، ۲۰۱۸
شمائلہ صدف عزیزی، آبجوئے کرم، فیصل آباد: دبستان نوابیہ عزیزیہ پبلیکیشنز، ۲۰۲۰
شہاب صفدر، سبیل، لاہور: نستعلیق مطبوعات، ۲۰۱۶
شہزاد مجددی، ڈاکٹر، کلیاتِ شہزاد مجددی، لاہور: نعت مرکز، ۲۰۱۷
صبیح رحمانی، کلیات صبیح، مرتب، ڈاکٹر شہزاد احمد، کراچی: دالاسلام، ۲۰۱۹
صمیم، سہیل احمد، الی النور، لاہور: نستعلیق مطبوعات، ۲۰۲۳
ظفر علی خان، مولانا، بہارستان، لاہور: اردو اکیڈمی پنجاب، ۱۹۳۷
عابد سعید عابد، نجات، راولپنڈی: کاشی برادرگو جرخان، ۲۰۰۱
عابد سعید عابد، زیارت، راولپنڈی: فیض الاسلام پریس، ۲۰۰۳
عابد سعید عابد، رسائی، راولپنڈی: فیض الاسلام پریس، ۲۰۰۴
عابد سعید عابد، قبولیت، راولپنڈی: فیض الاسلام پریس، ۲۰۰۴
عبدالعزیز خالد، منحمنا، کراچی: بک لینڈ کراچی، ۱۹۶۶
عبدالمجید چٹھہ، مہکتا مدینہ، لاہور: نستعلیق مطبوعات، ۲۰۱۵
عثمان قیصر، ثنائے جلال و جمال، کراچی: حمد و نعت ریسرچ سینٹر، ۲۰۱۷
عرش ہاشمی، درود ان پر سلام ان پر، اسلام آباد: بیلہ پبلی کیشن، ۲۰۲۰
عزیز احسن، ڈاکٹر، کلیات عزیز احسن،)مرتب، صبیح رحمانی، (کراچی: نعت ریسرچ سنٹر، ۲۰۱۷

عزیز الدین خاکی، آیاتِ نعت، کراچی، تنظیم استحکام نعت، ۲۰۲۲
علی رضا، ثنائے سرور، لاہور: نستعلیق مطبوعات، ۲۰۱۲
علی رضا، توصیف پیمبر، لاہور: نستعلیق مطبوعات، ۲۰۱۸
علیم ناصری، طلع البدر علینا، لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۴
غلام محمد قاصر، سرِ شاخ یقیں، کراچی: رنگ ِ ادب، ۲۰۲۱
فانی بدایونی، کلیاتِ فانی، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۰۳
فراست رضوی، آیاتِ محبت، لاہور: انٹرنیشنل نعت مرکز، ۲۰۱۹
قلی قطب شاہ، انتخاب محمد قلی قطب شاہ، دہلی: مکتبہ جامعہ، ۲۰۱۲
قیصر نجفی، کلیات قیصر نجفی، کراچی: رنگ ادب پبلی کیشنز، ۲۰۱۵
گستاخ بخاری، نعت خط، فیصل آباد: مثال پبلیشرز، ۲۰۱۷
محبوب الٰہی عطا، لی مع اللہ، فیصل آباد: مثال پبلی شرز، ۲۰۱۳
محسن کاکوروی، کلیاتِ محسن، مرتب، محمد نور الحسن، مولوی، کان پور: نامی پریس، ۱۳۲۳ھ
محشر رسول نگری، فخرِ کونین، کوئٹہ: سجاد پبلی کیشنز، ۱۹۸۱
محمد احمد زاہد، گلزار خیال، ننکانہ صاحب: الکرم نعت لائبریری، ۲۰۲۲
محمد افتخار الحق ارقم، مدحِ محمود، لاہور: نستعلیق مطبوعات، ۲۰۲۱
محمد افتخار الحق ارقم، ڈاکٹر، ممدوح العالمین، لاہور: نستعلیق مطبوعات، ۲۰۲۱
محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال، لاہور: اقبال اکادمی، ۲۰۱۸
محمد امین ساجد سعیدی، تجلی حسن ازل، لاہور: نستعلق مطبوعات، ۲۰۲۱
محمد حنیف نازش قادری، نعت ہوئی، لاہور: انٹرنیشنل نعت مرکز، ۲۰۱۹
محمد رفیق مغل، ادراکِ فروزاں، کراچی: جہانِ حمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۹
محمد عارف قادری، دولتِ بیدار، اٹک: اکادمی فروغ ِنعت، ۲۰۲۱
محمد علی ظہوری، کلیاتِ ظہوری، لاہور: خزینہ علم و ادب، ۲۰۱۱
مظہر الدین مظہر، حافظ، تجلیاتِ نعت، راولپنڈی: ایس ٹی پرنٹرز، ۱۹۹۴
مقصود علی شاہ، قبلہ مقال، لاہور: نعت آشنا، ۲۰۲۰
منظر عارفی، آپؐ، اسرار ازل، کراچی: پاسبانِ حمد و نعت، ۲۰۲۱
میر درد، خواجہ، دیوانِ درد، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۰۳
ناصر ملک، لا ثان، لاہور: ادارہ فکر و دانش، ۲۰۱۷
نسیم سحر، نعت نگینے، راولپنڈی: نقش گر، ۲۰۱۹
نسیم سحر، محورِ دو جہاں، راولپنڈی: فرہاد پبلی کیشن، ۲۰۲۰

نصیر الدین نصیر، سید، کلیات نصیر، اسلام آباد: مہریہ نصیریہ پبلیشرز گولڑہ شریف، س ن
نور الحسن نور نوابی عزیزی، ثنائی نکہتیں، کراچی: نعت ریسرچ سنٹر، ۲۰۱۹
نور احمد قادری، حافظ، توشۂ نور، اسلام آباد: بیلہ پبلی کیشنز، ۲۰۲۱
نورین طلعت عروبہ، حاضری، لاہور: ماورا پبلیشرز، ۲۰۰۲
واجد امیر، اذن، کراچی: رنگِ ادب پبلی کیشنز، ۲۰۲۳
ولی دکنی، کلیات ولی، دہلی: قومی قونصل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۰۸، ص ۳۵۲

ثانوی مآخذ:

ابن اسحاق، سیرت رسول پاک ؐ، اردو ترجمہ علامہ اطہر نعیمی، لاہور: مکتبہ نبویہ ۱۴۲۱ھ
ابن جوزی، مولد العروس (اردو ترجمہ۔ دوست محمد شاکر)، سیالکوٹ: قادری کتب خانہ، س ن، ص ۲۸
ابن حجر مکی، امام، نعمت کبریٰ) اردو (، لاہور: زاویہ پبلیشرز، ۲۰۱۴
ابن عباس ؓ، عبد اللہ، تفسیر ابن عباس) اردو (۔ مترجم، مولانا فتح محمد جالندھری، لاہور: مکی دار الکتب، ۲۰۰۹ جلد سوم
ابن کثیر، عما الدین، حافظ، تاریخ ابن کثیر، کراچی: دار الشاعت، ۲۰۰۸، جلد سوم
ابن ماجہ، محمد بن یزید ابی عبد اللہ، سنن ابن ماجہ) اردو ترجمہ۔ مولانا محمد قاسم امین (لاہور: مکتبہ العلم، س ن
ابوالحسن خاور، مرتب، جواہرا، لاہور: نعت ورثہ پبلیکیشنز، ۲۰۲۲
ابونعیم، دلائل النبوت، مترجم قاری محمد طیب نقشبندی، لاہور: ضیا القرآن پبلیکیشنز، ۲۰۰۱
احمد یار نعیمی، مفتی، تفسیر نعیمی، لاہور: مکتبہ اسلامیہ، س ن
اشرف علی تھانوی، مولانا، نشر الطیب، لاہور: مشتاق بک کارنر، ۲۰۰۳
ارشد محمود ناشاد، مبادیات علم بیان و بدیع وعروض، لاہور: ورلڈ ویو پبلی شرز، ۲۰۲۲
امام بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری (اردو ترجمہ، حافظ عبد الستار الحماد)، جلد چہارم، مکہ مکرمہ: دار السلام، ۱۴۳۱ھ
امام ترمذی، محمد بن عیسی، شمائل ترمذی (اردو ترجمہ خواجہ محمد زکریا)، کراچی: مکتبہ البشریٰ، ۲۰۰۹، ص ۱۶
انوار اللہ، میاں، ہدایت کی جانب سفر، اسلام آباد: مرکز دعوۃ التوحید، ۲۰۰۵
انور جمال، ادبی اصطلاحات، اسلام آباد: نیشنل بک فاوَنڈیشن، ۱۹۹۳
ثنا اللہ، پانی پتی، قاضی، تفسیر مظہری، اردو ترجمہ پیر کرم شاہ، لاہور: ضیا القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۲
جلال الدین سیوطیؒ، علامہ، خصائص الکبری، جلد اول، (اردو ترجمہ۔ مولانا عبد الاحد قادری) لاہور: ممتاز اکیڈمی، س ن
جلال الدین سیوطیؒ، علامہ، تفسیر در منثور، (اردو ترجمہ، پیر کرم شاہ) جلد چہارم، لاہور: ضیا القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۶
جلال الدین سیوطیؒ، علامہ، تاریخ الخلفا، اردو ترجمہ، اقبال الدین احمد، لاہور: نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۳
امیتاز قادری، مفتی، علامہ، عطائین، تفسیر جلالین جلد دوم، کراچی: ادارہ فیضان رضا، ۲۰۱۵
حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵
خالد ندیم، جہان تلمیحات، لاہور: نشریات، ۲۰۱۶

خورشید ربانی، مرتب، نئی صدی نئی نعت، فیصل آباد: مثال پبلیشرز، ۲۰۱۴
ریاض مجید، ڈاکٹر، اردو میں نعت گوئی، لاہور؛ اقبال اکادمی، ۱۹۸۴
سراج الدین، غزال وغزل، کراچی: فیروزسنز لمیٹڈ، ۱۹۶۸
شاد عظیم آبادی، فکرِ بلیغ، ترتیب وتہذیب، ڈاکٹر مزمل حسین، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۲
شبلی نعمانی، علامہ، الفاروق، کراچی: دارالاشاعت، ۱۹۹۱
شفیق بریلوی، مرتب، ارمغانِ نعت، کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۷۹،ص ۷۵
شمس الدین، ڈاکٹر، پروفیسر، شرح کلام جامی، لاہور: مشتاق بک کارنر، ۲۰۱۲
شمس الدین، فقیر، حدائق البلاغت، مترجم، امام بخش صہبائی، کانپور: مطبع منشی نول کشور، ۱۸۸۷
شہزاد احمد، ڈاکٹر، مرتب، ایک سوایک پاکستانی نعت گوشعرا، کراچی: رنگِ ادب، ۲۰۱۷
صالحہ عابدہ حسین، مرتب، انیس کے مرثیے، دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۱۹۹۰
صفی مبارک پوری، مولانا، الرحیق المختوم، لاہور: مکتبہ سلفیہ، ۲۰۰۰
طاہر القادری، علامہ، ڈاکٹر، مرج البحرین فی المناقب الحسنینؑ، لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۳
طاہر القادری، علامہ، کتاب التوحید، لاہور: منہاج القرآن، ۲۰۰۷، جلد دوم
طاہر القادری، علامہ، المداح الحسان فی کلام سیدنا حسانؓ، لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۱۲
طبری، ابن جریر، علامہ، تاریخ طبری، اردو ترجمہ، ڈاکٹر محمد صدیق ہاشمی، لاہور: نفیس اکیڈمی، ۲۰۰۴
طیب ابدالی، ڈاکٹر، اردو میں صوفیانہ شاعری، الہ آباد: اسرار کریمی پریس، ۱۹۸۴
ظہیر احمد، پروفیسر، صدیقی، تصوف اور تصوراتِ صوفیہ، لاہور: سیٹھی بکس، ۲۰۰۸
عابد علی عابد، البدیع، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۵
عابد علی عابد، تلمیحاتِ اقبال، لاہور: بزم اقبال، ۱۹۸۵
عبد الحق، شاہ، محدث دہلوی، مدارج النبوت (اردو)، لاہور: شبیر برادرز، ۲۰۰۴ جلد اول
عبد العزیز، شاہ، محدث دہلوی، تفسیر عزیزی (اردو ترجمہ محمد محفوظ الحق) لاہور: نوریہ رضویہ پبلیکیشنز، ۲۰۰۸
عبد اللہ شاہین، پروفیسر، نعت گوئی اور اس کا ادب، لاہور: دار السلام، ۲۰۰۹
عبد اللہ عباس ندوی، عربی میں نعتیہ کلام، لکھنو: مکتبہ اسلام، ۱۹۷۵
عبد المجید سوہدروی، مولانا، سیرت فاطمہ الزہرہؓ، لاہور: مسلم پبلیکیشنز، ۲۰۱۵
عطاالرحمن، ڈاکٹر، صدیقی، ندوی، اردو شاعری میں اسلامی تلمیحات، لکھنو: کاکوری آفسٹ پریس، ۲۰۰۴
فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اردو کی نعتیہ شاعری، کراچی: حلقہ نیاز ونگار، ۱۹۷۴
گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، اردو غزل اور ہندستانی ذہن وتہذیب، لاہور: سنگ میل پبلی کیشن، ۲۰۰۵
محمد اسماعیل آزاد، ڈاکٹر، اردو شاعری میں نعت، ابتدا سے محسن تک، کراچی: نعت ریسرچ سنٹر، ۲۰۱۸
محمد حسین ہیکل، حضرت سیدنا عثمان غنیؓ) اردو ترجمہ۔ صفدر بیگ (جہلم: بک کارنر س ن

مزمل حسین، ڈاکٹر، علم بیان وعلم بدیع کے مباحث، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۲۰
مصاحب علی، ڈاکٹر، صدیقی، اردو ادب میں تلمیحات، لکھنو: نظامی پریس ۱۹۹۰
معین الدین ندوی، شاہ، مولانا، سیرت خلفائے راشدین، لاہور: کتب خانہ شانِ اسلام، س ن
نجم الغنی، حکیم، بحر الفصاحت، دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۰۶
نور بخش توکلی، علامہ، غزوات نبوی) اردو ترجمہ محمد کاشف رضا(، الحقائق فاؤنڈیشن، ۲۰۱۶
وحید الدین سلیم، مولانا، افادات سلیم، لاہور: شیخ مبارک علی تاجر کتب، س ن
ہلال احمد قادری، شاہ، نغمات الانس فی مجالس القدس، پٹنہ: دار الاشاعت مجیبیہ، ۲۰۱۶،

لغات

المنجد (عربی، اردو) مرتب، لوئیس معلوف، مترجم، مولانا حفیظ صدیقی، لاہور: مکتبہ قدوسیہ ۲۰۰۹
جامع اللغات، جلد دوم، لاہور: اردو سائنس بورڈ، طبع دوم، ۲۰۰۳
فیروز اللغات جدید، کراچی: فیروز سنز، ۲۰۱۷
نور اللغات، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۹۰

رسائل

ماہنامہ معارف لاہور
سہ ماہی ادبیات، اسلام آباد
سہ ماہی نعت رنگ کراچی

اخبارات

روزنامہ پاکستان اسلام آباد

مقالہ جات

آنسہ شوکت چغتائی، اردو نعت کے جدید رجحانات، مقالہ پی ایچ ڈی، مملوکہ جامعہ سندھ جامشورو، ۱۹۹۰
تقدیس زہرہ، بیسویں صدی کی اردو شاعری میں اساطیری عناصر، مقالہ، پی ایچ ڈی مملوکہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۲۰۱۰
شاہ محمد، ڈاکٹر، عہد نبوی کی نعتیہ شاعری، مقالہ پی ایچ ڈی مملوکہ کلیہ اسلامیہ کراچی یونیورسٹی، ۲۰۰۸
عبد الجبار خان، اردو میں سیرت نبوی کا سرمایہ، مقالہ پی ایچ ڈی، مملوکہ سندھ یونیورسٹی جامشورو، ۱۹۷۹
کشور سلطانہ، اردو شاعری میں قرآنی تلمیحات، مقالہ پی ایچ ڈی، مملوکہ، سندھ، ۱۹۷۲
محمد عبد المقیت، اردو شاعری پر قرآن وحدیث کے اثرات، مقالہ پی ایچ ڈی، مملوکہ جامعہ سندھ کراچی، ۱۹۷۳

خورشید ربانی اچھے شاعر ہونے کے علاوہ تحقیق، تنقید اور تدوین سے بھی منسلک ہیں۔ تحقیقی وتنقیدی مضامین اور شعری انتخابات سے ان کی دقت نظری اور ذوق سلیم کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اکیسویں صدی کے حوالے سے نعتیہ انتخاب کی ترتیب کے بعد خورشید ربانی نے اردو نعت میں تلمیحات کا تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے۔ جو ایک توجہ طلب اور دلچسپ مطالعہ ہے۔ اس کتاب میں دینی اور تاریخی تلمیحات کا پس منظر بھی پیش کیا گیا ہے جو ایک علمی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اساطیر مظاہر فطرت اور تصوف سے متعلق تلمیحات کا جائزہ بھی لیا ہے اور ہر زمرے کی تلمیحات کے بنیادی تعارف کو اہمیت دی ہے۔ ہندی تلمیحات ابتدا ہی سے اردو شاعری میں شامل رہی ہیں اور جدید اردو نعت میں بھی اس عنصر کو دیکھا جا سکتا ہے۔ نعت میں جغرافیائی تلمیحات کی دریافت بھی مطالعے کی ایک نئی جہت سامنے لاتی ہے۔ تحقیقی سطح پر تلمیحات کا یہ جائزہ متعدد تنقیدی مطالعات کی اساس بن سکتا ہے۔ خود مصنف نے بھی اس کی آئندہ وسعتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ادب کی دیگر اصناف کی طرح اکیسویں صدی کی نعت بھی اسلوب کی زیبائش اور معنی کی بالیدگی کے لیے تہذیب وثقافت کے مقامی اور عالمی اثرات کے ساتھ ارتقا پذیر ہے۔ اب یہ اکیسویں صدی کے نقاد کی ذمہ داری ہے کہ وہ عہدِ جدید کے اس تناظر کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنے موضوعات کی جہت متعین کرے اور ان نکات ومفاہیم کو اجاگر کرے جو نئے زاویوں سے شعر وادب کی تفہیم کا باعث ہوں۔ خورشید ربانی کی زیر نظر کتاب ایسی ہی ایک کاوش ہے۔ یہ امید کی جاسکتی ہے کہ یہ کام نئے مطالعات کے لیے باعثِ تحریک ہوگا۔

صبیح رحمانی

ISBN: 978-969-8918-92-7
9 789698 918927

ریسرچ سینٹر